لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

جامع مسجد فطانی (تایلاند)

اس شمارے میں

۱۔ خدا کی خدائی میں کوئی شریک نہیں۔ (۲) اداریہ (۳) روشن ضمیر مذہبی قیادت کی ضرورت
۴۔ بادشاہِ وقت عدالت میں (۵) جان پول سارٹر کا فلسفہ (۶) شامی مسلمانوں پر ظلم
(۷) خطوط اور تبصرے

Regd No. LW/NP 56

Phone: 42948 / 49747

TAMEER-E-HAYAT

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW 226007 (INDIA)

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی چند اہم مطبوعات

حضرت مولانا
سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ
کی اہم تصنیف

عالمِ عربی کا المیہ

مصنف کی ان معرکۃ الآرا تقریروں کا مجموعہ جو عالمِ عربی میں قومیت عربیہ کی تحریک کے فروغ اور صدر ناصر کی قوم پرست واشتراکیت نواز قیادت کے شباب اور عربوں کی اسرائیل سے عبرتناک شکست کے دوران، مشرقِ وسطیٰ کے اہم شہروں میں کی گئیں، اور وہ مقالات جنھوں نے عرب دنیا میں ایک حرکت وتموج پیدا کر دیا۔

اس مجموعہ میں عربوں کی ناکامی کے حقیقی اسباب، غیر دینی قیادت رُخ کو تبدیل کرنے کی سازشوں کو بے نقاب، اور قرآن مجید کی عالمگیر وزندہ جاوید صداقتوں کو آشکارا کیا گیا ہے — یہ صداقتیں وقتی اور مقامی نہیں ہیں اور نہ ان خطرات ہی کا کلی طور پر ازالہ ہوا ہے اس لئے یہ مضامین ہمیشہ تازہ اور یہ کتاب ہر جگہ اور ہر زمانہ میں قابلِ مطالعہ ہے۔

دوسرا ایڈیشن اہم اضافوں کیساتھ معیاری کتابت و آفسٹ طباعت کے ساتھ قیمت -/۱۲
مع محصول ڈاک رجسٹرڈ -/۱۳

ارکانِ اربعہ

(نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج)

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

نامور اہلِ نظر واہلِ فکر کی نظر میں

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم لکھتے ہیں:۔

"مصنف کی تمام کتابوں میں یہ کتاب شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کتاب اس لائق ہے کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی اس سے محروم نہ رہے اور اس لائق ہے کہ دینی مدارس کے نصاب میں اسے رکھا جائے۔"

("معارف" اعظم گڑھ)

مولانا سعید احمد اکبرآبادی نے لکھا ہے کہ:۔

"شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بعد یہ علم "اسرارِ شریعت" متروک سا ہوگیا تھا۔۔۔۔۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے۔۔۔ اس علم کا احیاء ہی نہیں کیا بلکہ اسے آگے بھی بڑھایا ہے۔"

(رسالہ "برہان" دہلی)

مولانا سید احمد عروج قادری لکھتے ہیں:۔

"فاضل مصنف نے اپنی بے حد قابلِ قدر کتاب میں ارکانِ اربعہ کی شرعی حیثیت، دین میں ان کی اہمیت، اجتماعی زندگی میں، ان کے مقام اور مقاصد اور اسرار سے بحث کی ہے۔۔۔۔۔ (اسرارِ شریعت کے نامور مصنفین کی کتابوں سے استفادہ) کے علاوہ خود مولانا کے احساسات و تأثرات، فہم وبصیرت نے اگلے علماء کے افادات میں چار چاند لگا دیے ہیں۔"

(رسالہ "زندگی" رامپور)

کتابت وطباعت دیدہ زیب، خوشنما و سادہ ڈسٹ کور، قیمت علاوہ محصول ڈاک، مبلغ پندرہ روپے

مذہب وتمدن

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

اس میں بتایا گیا ہے کہ کائنات، خالق کائنات اور مقصد حیات کے بارے میں صحیح عقیدہ اور صحیح علم ہی پر ایک استوار معاشرہ اور صالح تہذیب وتمدن کی عمارت قائم ہوتی ہے، دنیا اب تک جن تہذیبی ادوار سے گذر چکی ہے وہ کن عقائد ونظریات کی پیداوار تھیں اور اسلام سے کس طرح ایک صالح اور صحت مند تمدن کا وجود ہوتا ہے۔

معیاری کتابت، آفسٹ طباعت
مجلد قیمت اردو -/۷
" انگریزی -/۸
علاوہ محصول ڈاک

مقالاتِ سیرت

از ڈاکٹر محمد آصف قدوائی

مصنف نے اسلامیات، جدید موضوعات اور حالات حاضرہ سے گہری واقفیت سے کام لیتے ہوئے سیرت طیبہ کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے، انھوں نے اس میں سیرت کا تمام جائزہ لیکر اس کی روح وعطر کو عصری اسلوب میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، اور سیرت مطہرہ پر ہونے والے جدید وقدیم اعتراضات کو معذرت خواہانہ انداز کے بجائے محققانہ اور پر اعتماد طریقے سے رد کیا ہے، بحیثیت مجموعی یہ کتاب سیرت نبویؐ کے ذخیرے میں ایک مفید اضافہ کہی جا سکتی ہے۔

جدید ایڈیشن آفسٹ پر
صفحات ۲۴۸
قیمت ۱۵/- علاوہ محصول ڈاک

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنؤ

زرِ تعاون
اندرونِ ملک ۱۶ روپے
فی پرچہ ۸۰ پیسے
بیرونِ ملک بحری ڈاک جملہ ممالک ۴ پونڈ
ھوائی ڈاک
ایشیائی ممالک ۶ پونڈ
افریقی ممالک ۷ پونڈ
یوروپ و امریکہ ۹ پونڈ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ
پندرہ روزہ
شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
جلد نمبر (۱۷) | ۲۵ مئی ۱۹۸۰ء - ۱۰ جمادی الآخر ۱۴۰۰ھ | شمارہ نمبر ۱۴

روسی مردم خوری کے خلاف آواز اٹھائیے

کچھ عرصہ پہلے تک ڈائجسٹوں میں جب ایسا مضمون نظر سے گذرتا جس میں مضمون نگار کسی کے حوالے سے یا خود اپنی آپ بیتی لکھتے ہوئے بتاتا کہ کس طرح اس کا سامنا افریقہ یا جنوبی امریکہ کے جنگلوں میں مردم خور قبائل سے ہوا تو آدم خوری کے اس ہولناک منظر کے تصور ہی سے متلی آنے لگتی اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور دیر تک دل و دماغ پر ان خونیں مناظر کے اثرات باقی رہتے، لیکن یہ عرصہ کی بات ہے جب یہ وحشی قبائل تاریکی میں تھے اور تہذیب و تمدن کی روشنی ان تک پہونچی نہیں تھی اس لئے ہم ان کو کسی حد تک اس مردم خوری میں معذور قرار دیتے تھے اگرچہ یہ بھی فطرت کے خلاف تھا۔ لیکن جب تہذیب و تمدن سے مالا مال قومیں اور ان کی طاقتور حکومتیں آدم خوری پر اتر آئیں تو اس وقت وحشت و درندگی اور بربریت کو کس الفاظ سے تعبیر کریں گے اور اس کے لئے ہم کیا عذر تلاش کریں گے۔

روس نے جس ڈھٹائی سے افغانستان پر یورش کی ہے اس کی مثال مہذب دنیا میں مشکل سے ملے گی۔ وہ پورے طور پر اس ملک کو انسانی آبادی سے نیست و نابود کر کے روسی اثر و نفوذ بلکہ روسی سرزمین کا اس کو ایک جزو بنا دینا چاہتا ہے، اس کی مردم خوری کی یہ مذموم عادت کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ روسی انقلاب کے بعد سے تو انسانی خون اس کے منہ کو لگ گیا ہے، چنانچہ روس نے ۱۹۴۵ء میں آذربائیجان کے ایرانی علاقہ پر یورش کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ ۱۹۵۶ء میں ہنگری پر بھوکے درندوں کی طرح ٹوٹ پڑا پھر ۱۹۶۸ء میں چیکوسلواکیہ کو اس نے اپنی درندگی اور سفاکی کا نشانہ بنایا اور اب مکمل تیر سامانی کے ساتھ افغانستان پر اس مردم خور ملک نے حملہ کر دیا جہاں اس کی بربریت کے چار خوں ریز مہینے پورے ہو رہے ہیں، تمام بین الاقوامی احتجاجوں کے باوجود روس افغانستان سے نکلنے پر تیار نہیں۔ امن پسندی کے دعویدار مسٹر برزنیف نے فرمایا ہے کہ "روس افغانستان سے جانا چاہتا ہے، ان کی صرف خواہش یہ ہے کہ اس کے لئے حالات پیدا کئے جائیں" یہ حالات کب پیدا ہوں گے اور کون پیدا کرے گا یہ تو برزنیف صاحب نے نہیں بتایا لیکن روسی جاسوس ادارہ کے جی بی کے ایک بھگوڑے افسر نے حال ہی میں یہ انکشاف کیا ہے کہ "انقلاب کے بعد سے اب تک روسی جیلوں میں دو کروڑ روسی ہلاک کئے جا چکے ہیں۔" اس انکشاف کے بعد یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ ابھی تک مسٹر برزنیف اس دو کروڑ کی تعداد کو حقیر سمجھتے ہوئے مزید انسانی خون سے سیراب ہونا اور افغانستان کی آبادی کو اپنے سرخ کھاتے میں درج کرنا چاہتے ہیں، اسی کے ساتھ یہ مردم خور ملک اپنے دوسرے پڑوسیوں کو لقمہ بناتا ہوا گرم خلیجی پانی سے اپنا حلق تر لے گا، پھر تمام عرب ممالک بہت جلد روسی شکنجے میں آجائیں گے ؎

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم ان حالات کو جوں کا توں قبول کر لیں؟

ہندوستانی مسلمان اپنی ساخت اور مزاج کے لحاظ سے تمام دنیا کے مسلمانوں سے ہمدردی و غم خواری کا جذبہ رکھنے پر مجبور رہے، انھوں نے اسلامی تاریخ کے ہر دور میں اسی اخوت و محبت اور تعلق کا ثبوت دیا ہے۔ خلافت کے الغاء سے لے کر مسجد اقصیٰ کی بے حرمتی و آتش زنی تک تمام معاملات و مسائل میں ہم ہندوستانی مسلمانوں نے جس دینی غیرت اور ملی حمیت کا ثبوت دیا ہے وہ ہمارے دین و مذہب اور روایات کے عین مطابق ہے۔ مگر ادھر کچھ عرصہ سے یہ ملی غیرت و حمیت اور دینی جوش و جذبہ سرد پڑتا جا رہا ہے لیکن بالکلیہ ختم نہیں ہوا ہے۔ ہم آج کی صحبت میں دو باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں۔ ایک کا تعلق تمام مسلمانوں سے ہے اور دوسرے کا حکومت ہند سے۔

ہم نے سطور بالا میں روس کی جس مردم خوری کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس کے جن خطرناک عزائم کی طرف ہلکا سا اشارہ کیا ہے اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ معاملہ کتنا سنگین اور اس کی یورش کتنے دور رس نتائج کی حامل ہے اس لئے روسی مردم خوری اور درندگی کو روکنے کے لئے کچھ مثبت، موثر اور تعمیری اقدام کرنے ہونگے۔

- ہمارے نزدیک افغانی بھائیوں کی مدد کا ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ شہر شہر اور قریہ قریہ احتجاجی جلسے کریں۔ ان جلسوں میں اپنے ہم وطنوں کو بھی شریک کریں اور سامعین کو روسی چنگیزیت اور بربریت کے واقعات بتاتے ہوئے اس کے دور رس اثرات و نتائج کو واضح کر کے انسان ہونے کے ناطے افغانی بھائیوں کے لئے انکے اندر جذبۂ ہمدردی کو بیدار کریں۔
- تجاویز پاس کر کے حکومت ہند، بیرونی ملکوں کے سفارت خانوں اور اقوام متحدہ کو اپنے احساسات و جذبات سے آگاہ کریں اور سخت الفاظ میں روس کے انسانیت کش اقدام پر احتجاج کریں۔
- افغان بھائیوں کی اخلاقی مدد کے علاوہ ان کے لئے مادی امداد کا بھی انتظام کریں، اس موقع سے ہم سماجی تنظیموں اور ملی جماعتوں سے درخواست کریں گے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے افغان بھائیوں کے لئے نقد، کپڑے اور دوائیں جمع کریں اور ان مظلوموں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ سولہ روپے ارسال فرمائیے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی خرچ Rs 19/25 کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

خدا کی خدائی میں کوئی شریک نہیں

فرمایا:

ماکان لبشر أن یؤتیه الکتٰب والحکم والنبوّة ثم یقول للناس کونوا عبادًا لی من دون الله ولٰکن کونوا ربّانیّین بما کنتم تعلّمون الکتٰب وبما کنتم تدرسون ٥

کسی آدمی کو شایانِ شان نہیں کہ خدا تو اسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ (اس کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ اے اہلِ کتاب) تم (علمائے) ربانی ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب (خدا) پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔

(سورۂ آل عمران - ۷۹)

فرمایا:

وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقة الا یعلمها ولا حبة فی ظلمٰت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتٰب مبین ٥

اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی ہے)۔

(سورۂ انعام - ۵۹)

فرمایا:

بدیع السمٰوٰت والارض انّٰی یکون له ولدٌ ولم تکن له صٰحبة وخلق کل شیء وهو بکل شیء علیم ٥ ذٰلکم الله ربکم لا اله الا هو خالق کل شیء فاعبدوه وهو علٰی کل شیء وکیل ٥

(وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (ہے) اس کے اولاد کہاں سے ہو جبکہ اس کے بیوی ہی نہیں، اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ یہی اوصاف رکھنے والا) خدا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی) ہر چیز کا پیدا کرنے والا (ہے) تو اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا نگہباں ہے۔

(سورۂ انعام ۱۰۱ - ۱۰۲)

فرمایا:

هو الله الذی لا اله الا هو عٰلم الغیب والشهادة هو الرحمٰن الرحیم ٥

وہی خدا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

فرمایا

هو الذی لا اله الا هو

وہی خدا ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق

الملک القدوس السلٰم المؤمن المهیمن العزیز الجبار المتکبر سبحٰن الله عما یشرکون ٥ هو الله الخالق الباری المصور له الاسماء الحسنٰی یسبح له ما فی السمٰوٰت والارض وهو العزیز الحکیم ٥

نہیں۔ بادشاہ حقیقی پاک ذات (ہر عیب سے) سالم امن دینے والا نگہبان غالب زبردست بڑائی والا، خدا ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے، وہی خدا (تمام مخلوقات کا) خالق ایجاد و اختراع کرنے والا صورتیں بنانے والا اس کے سب اچھے سے اچھے نام ہیں۔ جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

(سورۂ حشر ۲۲ - ۲۳ - ۲۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں کا ہر شخص اپنی ساری حاجتیں اللہ تعالیٰ سے مانگے، حتیٰ کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور گلے میں سونے کا صلیب پہنے ہوئے تھا۔ حضور نے فرمایا عدی اس بت کو پھینک دو، پھر میں نے سنا کہ آپ نے سورۂ براۃ کی یہ آیت پڑھی، "اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابًا من دون الله" (انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر عالموں اور راہبوں کو خدا بنا لیا)۔ فرمایا، وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال کرتے تو یہ لوگ اس کو حلال سمجھنے لگتے، اور جب کسی چیز کو ان پر حرام کرتے تو یہ اس کو حرام سمجھتے۔ (رواہ الترمذی)

حضرت قیس بن سعد بن عبادۃ الانصاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا، میں حیرہ گیا تو وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا یہ درست ہے کہ وہ لوگ اسکو سجدہ کریں۔ اس کے بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ، اللہ کے نبیؐ! میں حیرہ گیا تو دیکھا کہ وہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، تو آپ تو اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا، یہ بتاؤ کہ اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرتے تو کیا اس کو سجدہ کرتے؟ میں نے کہا نہیں، تب آپ نے فرمایا، تو پھر تم ایسا نہ کرو (کہ اپنے سردار کو سجدہ کرو)۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور عرض کیا کہ حضور جانیں پریشان ہیں، اہل و عیال بھوکے ہیں، مال ختم ہو گیا، جانور مر گئے، آپ اللہ سے ہمارے لئے بارش کی دعا فرمایئے ہم آپ سے اللہ کے دربار میں سفارش چاہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ اور برابر سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے یہاں تک کہ اس کا اثر آپ کے صحابہ کے چہروں پر ظاہر ہوا پھر آپ نے فرمایا، تمہارا برا ہو۔ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی اللہ سے سفارش نہیں کر سکتا، اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے کہ کوئی مخلوق اس سے سفارش کرے۔

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور شبِ زفاف میں اس طرح میرے بستر پر بیٹھے جیسے آپ بیٹھے ہوئے ہیں، پھر ہماری کچھ لڑکیاں دف بجانے لگیں اور ہمارے باپوں میں سے جو لوگ بدر میں قتل کئے گئے تھے ان پر ماتم کرنے لگیں۔ اتنے میں ایک لڑکی نے کہا، اور ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا، یہ چھوڑو (یعنی یہ مت کہو) وہ کہو جو تم کہہ رہی تھیں۔ (رواہ البخاری)

حضرت عباس بن ربیعہ سے روایت ہے فرمایا، میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ پتھر یعنی حجر اسود کو بوسہ دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں، مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تو پتھر ہے۔ تو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہیں بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں تم کو بوسہ نہ دیتا۔ (متفق علیہ)

تک پہونچانے کا انتظام کریں۔ ہمیں توقع ہے کہ اگر ہم متحد ہو کر پورے جوش و جذبے اور خلوص کے ساتھ اس خالص انسانی کام میں لگیں گے تو ہمارے ہم وطن بھی ہمارا تعاون کریں گے ـــــــــ

دوسری بات ہم ذرا صراحت کے ساتھ حکومت ہند سے کہنا چاہتے ہیں، عرصہ تک حکومت ہند بین الاقوامی مسائل میں اہنسا اور ناوابستگی کی پالیسی پر کار بند رہی، مگر چینی حملے کے بعد سے ناوابستگی کا یہ قلعہ شکست و ریخت سے دوچار ہونے لگا یہاں تک کہ مسز گاندھی نے روس سے ۲۵ رسالہ معاہدہ کر کے ناوابستگی کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔ غالباً اسی لئے روسی چنگیزیت کے معاملہ میں حکومت ہند منافقانہ اور گمراہ کن پالیسی پر عمل کر رہی ہے۔

مسز گاندھی نے بلگریڈ سے واپسی پر افغانستان کے مسئلہ پر جو بیان دیا ہے وہ سیاسی منافقت کی بدترین مثال ہے۔ انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ "ہر ایک مسئلہ کے حل کا خواہاں ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ بحران دور کرنے کے لئے آغاز کیسے کیا جائے"۔ اس کے بعد وزیر اعظم صاحبہ فرماتی ہیں، "ہر ایک محسوس کرتا ہے کہ ہندوستان اہم کردار ادا کر سکتا ہے مگر میرے خیال میں یہ اتنا سیدھا معاملہ نہیں ہے، یہ بہت پیچیدہ ہے"۔ اس شاندار غزل کا مقطع یا اس "معمہ" کا حل مسٹر برزنیف کے یہاں ملتا ہے، جنھوں نے ارشاد فرمایا ہے کہ "روس وہاں سے نکلنا چاہتا ہے مگر اس کے لئے حالات پیدا کئے جائیں"۔

کیا حالات اس وقت پیدا ہوں گے جب ~~اسی لاکھ~~ دو کروڑ کا یہ ملک زہریلی گیسوں اور نیپام بموں سے تباہ و برباد کر دیا جائے گا اور اس کے ہزاروں نوجوانوں کو سائبریا بھیج دیا جائے گا۔!

ہم ان منافقانہ چالوں سے بالکل الگ ہو کر خالص انسانی بنیادوں پر اور خود ہندوستان کے مفاد کی حفاظت کی خاطر یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ پالیسی ہمارے قومی مفاد کے لئے ہر طرح سے تباہ کن ہے اس لئے کہ ہم نے دانستہ طور پر ظالم اور جارح کی تائید کی ہے جو ہمارے ملک کی تاریخ، روایات، انسانیت نوازی اور اہنسائی پالیسی کے سراسر خلاف ہے اور اس سے جارحیت پسند ملک کی ہمت افزائی ہوگی، اگر خدانخواستہ ہم پر کسی دشمن ملک نے حملہ کر دیا تو ہم کس منہ سے عالمی برادری کی تائید اور ہمدردی کی بھیک مانگیں گے اور کس طرح جارح کی جارحیت کو ثابت کر سکیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے افغانستان پر روسی یورش کی تائید و حمایت کر کے مسلم ملکوں کو ناراض کر دیا ہے اور اپنے اہنسائی پالیسی اور ناوابستگی کے علمبردار ہونے کے بارے میں ان عرب ملکوں کو مشکوک کر دیا ہے، ورنہ ہم روس و امریکہ کے مقابلہ میں تیسری دنیا کی قیادت آسانی سے کر سکتے تھے۔

ان حالات میں دانشمندی اور ہوشمندی کا تقاضا ہے کہ منافقانہ پالیسی ترک کر کے کھل کر جارح کی جارحیت کے خلاف اپنی آواز بلند کریں اور روس کی مردم خوری کو روکنے کے لئے اپنے اثرات کو استعمال کریں۔

ہم نے جو پالیسی اپنا رکھی ہے وہ ہندوستانی عوام کے ذہن، مزاج اور جذبات و احساسات کی قطعاً ترجمانی نہیں کرتی اس لئے فرد واحد کی مرضی اور انا کے بجائے قومی مزاج و روایات اور وسیع تر ملکی مفاد کے مطابق پالیسی اختیار کی جانی چاہئے۔

ہمیں یہ ملک عزیز اور اس کی تمام اعلیٰ اخلاقی قدریں عزیز ہیں، جو ملک جانوروں تک سے محبت کرتا ہو وہ کس طرح ہزاروں انسانوں کو بے بسی سے موت کے گھاٹ اترتے دیکھ سکے گا، اس لئے ہمیں جرأت و ہمت سے کام لے کر اور تمام وقتی سیاسی مصالح سے آزاد ہو کر محض انسانیت اور اخلاقی قدروں کو پامالی سے بچانے کے لئے ایسی جرأتمندانہ پالیسی کا اعلان کرنا چاہئے جو ہمارے قومی مزاج و روایات کا آئینہ دار ہو، یہی ہمارے قومی وقار اور اخلاقی اقدار کا تقاضا ہے اور اسی میں ہماری عزت و سربلندی ہے اور اسی سے ہماری اخلاقی ساکھ قائم رہ سکتی ہے۔

شاید کہ ترے دل میں اتر جائے مری بات

(ن ـ ح)

بقیہ ص ۱۲

مغربی ملکوں کو دس لاکھ بیرل تیل کی برآمد سے حاصل ہوتا ہے لیکن اب روسی برآمدات صرف اس کے طفیلیوں تک محدود ہوتی جا رہی ہے۔

انھوں نے مزید کہا کہ خلیج کی ریاستیں روس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں صرف امریکہ روس کا مقابلہ کر سکتا ہے جب کہ روس خود خلیج کی طرف آنے کے بجائے دوسرے ملکوں کے ذریعہ حملہ آور ہوگا، اس لئے یہ ضروری ہے کہ خلیج کی ریاستیں اپنی سلامتی، استحکام اور آزادی کی حفاظت کے لئے خود کو ہر طرح سے مضبوط بنائیں۔

چین اور سعودی عرب کے درمیان معاہدہ

چین اور سعودی عرب کے درمیان ایک سمجھوتہ ہوا ہے جس کے تحت دونوں ملک انتظامی امور، قومی سلامتی کے لئے پولیس والوں کی تربیت اور چین میں اسلام کی تبلیغ میں ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔ چین کے وزیر داخلہ مسٹر چوانگ ہوان نے اپنے سعودی عرب کے دورے کے اختتام پر ایک پریس کانفرنس میں اس سمجھوتہ کا اعلان کیا انھوں نے کہا کہ دونوں ملکوں کے درمیان سیاسی، فنی اور اقتصادی شعبوں میں تعاون اور مخلصانہ تعلقات کی ٹھوس بنیاد پڑ گئی ہے۔

مجلس ادارت
منذر الحفیظ ندوی
شمس الحق ندوی
محمود الازھار ندوی

نگران اعلیٰ
مولانا ابوالعرفان خاں ندوی

پرنٹر، پبلشر جمیل احمد ندوی نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات و شعبۂ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حاجی محمد عارفین کی وفات

۱۶ر اپریل ۱۹۸۰ء کو ندوہ کے ایک قدیم مخلص و ہمدرد اور مخیر جناب حاجی محمد عارفین صاحب کا کراچی میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حاجی صاحب پابند صوم و صلوٰۃ، سادہ مزاج اور وضعدار انسان تھے اور کلکتہ میں شیشہ کا کام کرتے تھے اور جب وہ پاکستان منتقل ہوئے تو وہاں بھی یہی کاروبار کیا اور حاجی محمد عارفین کلکتہ والے کے نام سے مشہور ہوئے، وہ ندوہ کے قدیم ہمدردوں میں سے تھے اور بہت سے نازک موقعوں پر ندوہ کو اپنا قیمتی تعاون پیش کیا ان کو تبلیغی کاموں سے دلچسپی تھی اور جماعت ہی کے ہمراہ مصر، سوڈان، شام، لبنان اور عراق وغیرہ کا سفر کیا اور متعدد بار حج ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔

انھوں نے کراچی منتقل ہونے کے بعد بھی ندوہ اور مولانا ابوالحسن علی ندوی سے ویسا ہی تعلق رکھا جیسا قیام کلکتہ کے زمانہ میں تھا وہ دینی کاموں میں پیش پیش رہتے تھے اور فلاحی کام ان کی زندگی کا ایک اہم عنصر تھا۔

حاجی صاحب کے انتقال سے انکے پسماندگان فرزند عزیز برادرم مولوی فضل ربی ندوی ناظم مجلس نشریات اسلام کو جو صدمہ پہونچا ہے ہم ان کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں، اور مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے اپنے قارئین سے درخواست کرتے ہیں ـــ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل اور حاجی صاحب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

اس وقت ملک کو روشن ضمیر مذہبی دانشوروں کی بے لوث قیادت کی ضرورت ہے

از
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

دوسری اور آخری قسط

دانشوروں کی خصوصیت:

میرے سامنے ایسے فضلاء، مصنفین اور محققین موجود ہیں جو اس منزل سے گذر چکے ہیں اور مجھے یقین ہے اور میں ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے بھی کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ علم اس کے لئے کوئی کاروباری پیشہ نہیں۔ اس کے نزدیک کوئی معاملہ لین دین کا نہیں بلکہ واقعی وہ علم کا صحیح معنی میں محرم اور قیافہ شناس ہے۔ اور بعض وقت ایسا گذرتا ہے کہ علم و تحقیق کی کسی گمشدہ کڑی کے مل جانے سے انسان کو وہ سرور حاصل ہوتا ہے جس کے سامنے ہفت اقلیم کی دولت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی، میں سمجھتا ہوں کہ جن کو خدا نے علم کا ذوق عطا فرمایا ہے اور جنھوں نے دل لگا کر تحقیق کا کام کیا ہے وہ چاہے اپنی ذات سے کتنی ہی کم حیثیت کا انسان ہو لیکن علم کی لذت اور تحقیق کی کامیابی کے سامنے وہ بڑی سے بڑی چیزوں کی بھی پروا نہیں کرتا۔ یہ دو چیزیں ایسی ہیں جن کے متعلق دانشور طبقہ کے متعلق جو امید کی جاتی ہے یا زیادہ محتاط انداز میں امید کی جانی چاہئے کہ وہ سب سے آخر میں کہ انشو کا شکار ہوگا اور اس سیلاب میں تنکے کی طرح نہ بہنے لگے گا جو سیلاب بلا قوموں اور تہذیبوں کو بہا کر لے جاتا ہے پھر اس کا پتہ نہیں چلتا۔ تاریخ کے ملبہ میں بڑی جستجو کے بعد ان قوموں کا نشان ملتا ہے کہ یہ قومیں (مثلاً رومی تہذیب، یونانی تہذیب، ہماری قدیم ہندوستانی تہذیب، قدیم ایرانی تہذیب) کسی زمانے میں تھیں اور انھوں نے کیا فتوحات حاصل کیں، علم و تحقیق کے میدان میں انھوں نے نسل انسانی کی کیا خدمت انجام دی اور تمدن کی کیا تشکیل کی اور اپنے زمانہ کے انسانوں کی کیا رہنمائی کی اور کس طرح انسانی شیرازہ بندی کی وہ کیا حقائق اور بنیادیں فراہم کیں جن سے صالح تمدن وجود میں آتا ہے، بعض اوقات تاریخ کی تاریکی میں صدیوں تک دور چلے جایئے مگر ان قوموں اور ان کی تہذیبوں کا سراغ تک نہیں ملتا۔

دانشور طبقہ علم کی جس بلندی پر ہوتا ہے اور ایسے مقام پر بیٹھا ہوتا ہے کہ پورے ملک کا نقشہ اس کے سامنے ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ لوگوں کو بڑے بڑے اعزاز مل رہے ہیں، بڑے بڑے تحفے مل رہے ہیں، دولت میں اضافہ کرنے کے بڑے مواقع حاصل ہو رہے ہیں تو آپ اس کو کبھی ہنستا ہوا دیکھیں گے کبھی روتا ہوا دیکھیں گے اور بعض اوقات اس کو شاید روتا ہوا زیادہ ہنستا ہوا کم پائینگے، کبھی کبھی انسانوں کی ارزاں فروشی اور اس طرح نیلام کی منڈی میں چڑھ جانے اور بڑے بڑے رشی انسانوں کے اتنے سستے بک جانے اور اس طرح انسانی ضمیروں کا سودا ہونے اور انسانی اصولوں کے قربان ہونے پر اس کو کبھی ہنسی آتی ہے اور کبھی رونا آتا ہے اور بعض اوقات ہنسنے اور رونے کا ایک ایسا "مجموعہ" بلکہ "آمیزہ" ہوتا ہے کہ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں ہنسنے کا عنصر زیادہ ہے یا رونے کا عنصر۔ ایسا دانشور طبقہ کسی ملت یا معاشرہ کا سب سے بڑا حصار ہوتا ہے۔

روشن ضمیر مذہبی دانشوروں کی بے لوث قیادت:

انگریزوں کے تسلط اور ان کے اقتدار سے پہلے جب ہندوستان میں اخلاقی اور سیاسی انتشار پیدا ہو گیا تو ہندوستان کا دانشور طبقہ شاہ ولی اللہ کی قیادت میں سامنے آیا، میں اپنے محدود مطالعہ کی بنیاد پر کہوں گا کہ ہندوستان کے مذہبی طبقہ کی قیادت کا دور تھا اور وہ مذہبی طبقہ دانشور بھی تھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کا علم بھی رکھتا تھا لیکن اس تبدیلی میں اس کی روحانیت اور اس کی مذہبی حیثیت کو زیادہ دخل تھا۔

مجدد صاحب نے جو انقلاب برپا کیا اس انقلاب کا سہرا روحانیت، روحانی تربیت، عزم و یقین، توکل علی اللہ اور بے لوثی و بے غرضی کے سر باندھا جانا چاہئے، وہ ایک مستحکم انسانیت، ایک بے لوث دینداری، ایک مخلصانہ خدمت کے جذبہ کا کارنامہ تھا۔

لیکن اٹھارویں صدی کے انقلاب میں جو انتشار پیدا ہوا اور اس انتشار میں جو مسلمانوں کی فطری قیادت کی گئی اور مسلمانوں کو ان خطرات سے بچا لیا گیا اور ان کو سیاسی استحکام بھی عطا کیا گیا اس موقع پر۔ میرے نزدیک، مذہبی طبقہ سے زیادہ دانشور طبقہ کا ہاتھ تھا اور جس طرح اس میں علم کا حصہ شامل تھا اس میں دانش کا حصہ شامل تھا، لیکن وہاں مذہب غالب تھا یہاں دانش غالب تھی۔

شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں جو نظام پیش کیا ہے اور اس سلسلہ میں جو سراغ لگایا اور تجزیہ کیا ہے اور اسلام کے دینی نظام کو جس طرح زندگی سے مربوط کیا ہے اور حالات کو بھی مربوط کرنے کی کوشش کی ہے، نیز اسلام کے سیاسی، تربیتی اور فطری نظام اور حدیث سے اس کا رابطہ جس طرح حجۃ اللہ البالغہ میں پیش کیا گیا ہے (اس کی نظیر اسلامی کتب خانوں میں نہیں ملتی) اس میں دانش کا عنصر بھی شامل ہے۔

نازک حالات:

ایک مرتبہ ہندوستان کے مذہبی عنصر نے ہندوستان کو یا کم از کم ملت اسلامیہ کو ہمیشہ کے زوال سے بچا لیا اور دوسری مرتبہ دانشور طبقہ نے ملت اسلامیہ کو بچا لیا۔ اب اس وقت ہمارے سامنے جو حالات ہیں آپ ان کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں، ان حالات کو دور کرنے کی کیا تدبیریں ہیں، اور اس سلسلہ میں جو مختلف نظریات پیش کیے جاتے ہیں ان کی کیا نوعیت ہے، اس وقت اس کی تردید یا تنقیص نہیں کرنا چاہتا لیکن تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے میں آپ کے سامنے اپنے مطالعہ کا نچوڑ رکھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت یہی دو طبقے (دانشور طبقہ اور مذہبی طبقہ) ہندوستان کو بچا سکتے ہیں اس وقت ہندوستان میں جو اخلاقی زوال (اور میں تو اسے انسانی زوال کہوں گا) جس بھیانک شکل میں لاوا کی طرح پھوٹ گیا ہے اور یہ آتش فشاں جیسے اپنی لپیٹ میں سارے ہندوستان کو لے لینا چاہتا ہے اور کہیں روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آتی۔ سب سے زیادہ مایوس کن صورت حال سیاسی پارٹیوں کی ہے، درحقیقت یہ سیاسی پارٹیاں اور سیاسی طرز فکر ہی فساد کا سب سے بڑا ذمہ دار ہے۔

اور یہ گائے جو جاں بلب ہے:

اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہندوستان کو تو ڈوبنا ہے ہی اس کو تو اب کوئی بچا نہیں سکتا، لیکن یہ گائے جو مر رہی ہے (معاف کیجئے میں نے ایک ایسے جانور کا نام لیا جو کچھ لوگوں کے نزدیک مقدس و محترم ہے لیکن میں اسے صرف مثال کے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہوں) یہ گائے جو جاں بلب ہے اس کا جتنا دودھ دوہا جا سکتا ہے (اور دودھ دینے کے لئے اس سے عمدہ جانور کوئی نہیں) اس کے دودھ کا آخری قطرہ بھی جو ہم حاصل کر سکتے ہیں حاصل کر لیں۔

مجھے معاف کیا جائے یہ صورت حال ہمارے ملک کی ہے، کسی خدا کے بندے کو، خاص طور سے سیاسی جماعت میں جانے کے بعد تو گویا دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ میں "ضمیر" کو نہیں کہتا کہ مجھے اس میں شبہ ہے کہ وہاں

ضمیر بھی ہوتا ہے کہ نہیں اور ضمیر حجاب بھی ہے اور ضمیر مفید سمجھا جاتا ہے سیاسی پارٹیوں کی کامیابی کے لیے یا حارج سمجھا جاتا ہے اس لئے میں ضمیر کا نام نہیں لوں گا۔ البتہ دماغ کو کہتا ہوں کہ کم از کم دماغ تو سیاسی پارٹیوں کے لیے ضروری ہے، بغیر دماغ کے تو ان کا کام نہیں چل سکتا، تو مجھے شبہ ہوتا ہے کہ دماغ کے سارے دروازے بھی بند ہو جاتے ہیں کہ ملک کی صورت حال کو سنجیدگی کے ساتھ ایک محب وطن کی حیثیت سے کم سے کم خاک وطن کے ایک فرزند کی حیثیت سے بھی غور کیا جائے کہ اس ملک کا کیا بنے گا۔

سیاسی پارٹیوں کا اس ملک کے بگاڑ میں نوے فیصدی حصہ ہے دس فیصدی میں اور سب جماعتیں ہوں گی،

اس حالت میں صرف دو ہی طبقے ہیں جو اس ملک کو تباہی سے بچا سکتے ہیں مجھے اس پر اصرار ہے کہ دو ہی طبقے اس ملک کو بچا سکتے ہیں۔ ایک دانشور طبقہ جس کی نمائندگی آپ کرتے ہیں اور ایک مذہبی طبقہ جس کی ذمہ داری تھوڑی سی مجھ پر بھی عائد ہوتی ہے، اگر خدا نخواستہ اس طبقہ کے اندر بھی فساد پیدا ہو گیا تو پھر دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت اس ملک کو تباہی سے نہیں بچا سکتی اس لئے کہ کشتی کے یہی آخری ملاح ہیں جو کشتی کو کنارے لگا سکتے ہیں،

ورنہ باقی جتنے بھی ہیں وہ اس بات کے کوشاں ہیں کہ کشتی کے ڈوبنے کا سہرا کس کے سر بندھتا ہے اور جیسا کہ میں نے اپنی بعض تقریروں میں کہا ہے کہ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ملک میں بدامنی و بد اخلاقی ہے اور جرائم بڑھ رہے ہیں بلکہ مسئلہ یہ ہے کہ وہ کس کی نگرانی اور کس کے اقتدار میں ہے۔ کرپشن بالکل پانی اور ہوا کی طرح عام ہے نہ اس سے دانشگاہیں بچی ہیں نہ کوئی مرکز بچا ہے اور نہ اس سے محکمے بچے ہیں، اسی طرح اس بات سے کسی کو پریشانی نہیں کہ تعلیم کا معیار گر رہا ہے۔ نوجوانوں کے اخلاق کا کوئی معیار ہی نہیں بلکہ اخلاق نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔

بین الاقوامی میدان میں بھی ساری کشمکش بڑی طاقتوں کے درمیان اس بات پر ہے کہ دنیا کا جو فساد ہے اس پر ہماری مہر لگتی رہے ہمارے سرٹیفکیٹ اور ہماری تصدیق کے ساتھ ہو روس کہتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے جو ہو رہا ہے اس پر ہماری مہر لگتی رہے، ہماری طرف سے یہ جعلی سکے جاری ہوں، امریکہ کا اصرار ہے کہ نہیں یہ کھوٹے سکے ہماری ٹکسال سے جاری ہوں اور ان پر ہماری مہر لگتی رہے، ان طاقتوں کو اس کی ذرہ برابر پروا نہیں کہ انسانیت کو ... رہا ہے ... کی غلام بن رہی ہیں (جیسا کہ افغانستان کا معاملہ ہے)۔

حضرات! یہ ہے عالم گیر صورت حال جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے اب آپ ہی بتائیں کہ اس ملک کو تباہی و بربادی سے کون بچا سکتا ہے ہماری سیاسی پارٹیوں کے منشور میں ملک کے اس اخلاقی بگاڑ اور سماجی گراوٹ پر کسی تشویش کا اظہار نہیں کیا جاتا اور نہ اس کی اصلاح کی طرف رہنمائی کی جاتی ہے۔ یہاں بھی یہی مسئلہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہوتا رہے لیکن اس پر ہماری مہر لگتی رہے۔

حضرات! اب میں انسانی تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے کہہ سکتا ہوں کہ اس زرخیز بلکہ مردم خیز ملک کو اگر کوئی تباہی سے بچا سکتا ہے تو یہی دو طبقے ہیں جنھوں نے ہندوستان کی تاریخ میں اہم رول ادا کیا ہے۔

نازک دور میں ہندوستان کی قیادت اور اسکے روشن کارنامے:

آٹھویں صدی کے بعد سے پورے عالم اسلام پر زوال کے جو سیاہ بادل چھائے تھے اس نازک دور میں بھی ہندوستان، تفکر، علم، دانش، فلسفہ، تمدن اور فکر انسانی کے ایسے نمونے پیش کر رہا تھا کہ ہمارے وہ عرب ملک جنھوں نے ہندوستان کو توحید، اسلام اور مساوات انسانی کا پیغام دیا تھا۔ اس زوال کا شکار تھے، آپ اس بات کی تصدیق کریں گے کہ آٹھویں صدی کے بعد سے پورے عالم اسلام پر مشرق سے لے کر مغرب تک۔ زوال محیط نظر آتا ہے۔ یہ تو میں ایک مسلمان کی حیثیت سے کہتا ہوں، ایک محب وطن کی حیثیت سے بہت کچھ کہہ سکتا ہوں کہ اس ہندوستان نے دنیا کو کیا دیا؟ اس نے سیاسی شعور اور محبت کا تحفہ دیا، فلسفہ و شاعری دی، فکر کی گہرائی اور حقائق اشیاء کے سراغ لگانے کا شوق دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا مذہب، میرا مطالعہ کوئی چیز بھی اس اعتراف سے مانع نہیں ہے بلکہ میرا فرض ہے کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اس کا اعتراف کروں، لیکن یہ ملک جس حالت کو آج پہونچ گیا ہے آپ ہی بتائیے کہ اس کو کون بچا سکتا ہے۔ کس کو بچانے کی فکر ہے۔

صرف سیاسی جوڑ توڑ اور دل بدلی:

میں آپ سے عرض کروں گا کہ صرف ایک مہینہ آپ اس مشہور انگریزی کے اخبارات اول سے آخر تک پڑھ جائیں اور غور کرتے جائیں کہ کس دن آپ نے کسی لیڈر، دانشور اور فلسفی، کسی محب وطن اور کسی سوشل ورکر کا بیان پڑھا جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ موجودہ صورت حال پر اس کو سخت اضطراب ہے وہ بے چین ہے، اس کی راتوں کی نیند اڑی ہوئی ہے اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ وہ کیا کرے، آپ کو سوائے سیاسی جوڑ توڑ اور دل بدلی کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سیاسی طور پر ایک ریس ہے جس میں بڑے سے بڑے آدمی، . . . . . .

. . . بڑے سے بڑے پہاڑ اپنی جگہ سے جنبش ہی نہیں کر رہے ہیں بلکہ دوڑ رہے ہیں، مقابلہ اس میں ہے کہ دولت پر حاضری سب سے پہلے کس کی ہوتی ہے، یہ اس ملک کا حال ہے تو آپ ان سیاسی پارٹیوں سے کوئی امید رکھ سکتے ہیں یہ تو وہ پارٹیاں ہیں کہ اگر آگ لگی ہوئی ہو تو اس میں تھوڑا سا پٹرول اور ڈالنے کے لئے تیار ہو جائیں، اگر ان کو حقیر اور موہوم فائدہ معلوم ہو جائے کہ زیادہ آگ لگنے سے ان کو روٹی زیادہ مل جائیگی تو میں سمجھتا ہوں کہ دو بالٹیاں پٹرول کی اور ڈال دیں۔ اصل پیمانہ انکے نزدیک ووٹر لسٹ کا ہوتا ہے کہ کون کتنے ووٹ حاصل کر سکتا ہے، ان کے نزدیک اخلاقیات، اصول اور ضمیر سب بے معنی الفاظ ہیں بلکہ یہ سب مضحکہ خیز الفاظ ہیں اور جو یہ سب بولے اس کی طرف لوگ دیکھتے ہیں کہ کس دنیا کا آدمی آ گیا ہے۔ میں پھر کہوں گا کہ اس ملک کو تباہی سے صرف دانشور طبقہ بچا سکتا ہے جس کا سب سے بڑا مرکز، میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہے۔ جس کی نمائندگی آپ کرتے ہیں یہ طبقہ اور مذہبی طبقہ۔ اگر خدا نخواستہ علماء کے اندر بھی یہ بات پیدا ہو جائے اور ان کے اندر بھی دوڑ شروع ہو جائے کہ وہ کس طرح سیاسی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور کس طرح فلاں پارٹی کو فلاں پارٹی کے مقابلہ میں جتا سکتے ہیں، جس دن علماء کے اندر یہ ذہنیت پیدا ہوگی وہ دن صرف دین و ملت کے لئے نہیں بلکہ ملک کے لئے بھی منحوس ترین دن ہوگا، کسی ملک، کسی سوسائٹی اور کسی تہذیب کو صرف وہ لوگ بچا سکتے ہیں جو ان چیزوں اور اس سطح سے بلند ہوں اور جن کو یہ مقاصد کے لئے کوشش کرنے والے، ذاتی اعزاز اور ذاتی منصب حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنے والے بالشتیے معلوم ہوں، ان کی نگاہوں سے وہ اس قدر گر جائیں کہ ان سے بات کرنا مشکل معلوم ہو، اگر یہ واقعہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ضرور واقعہ ہے، میں ناامیدی کے اس درجہ تک نہیں پہونچا ہوں اس لئے کہ اس ملک میں دانشور کا طبقہ موجود ہے اور خدا کے فضل سے علماء کا طبقہ موجود ہے، اور میں یقین کے ساتھ سمجھتا ہوں کہ میں قریبی تعلق رکھتا ہوں اور اس قریبی تعلق کی بنا پر مجھے حق ہے کہ اس بات کا اعتراف کروں کہ مذہبی طبقہ بھی موجود ہے ایسے مذہبی انسان موجود ہیں جن کو ہم بھی نہیں جانتے۔

عصر حاضر کی ذہنیت:

لیکن اب بھی اللہ کے ایسے بندے ہیں جو ایسے موقعوں پر میدان میں آجائینگے

بقیہ ص ۱۳

ہماری تہذیب کے تابندہ نقوش

بادشاہ وقت حاضر عدالت

ابوالفضل ندوی

ہندوستان کی اسلامی تاریخ میں مظفر حلیم گجراتی ایک زبردست بادشاہ گذرا ہے اس کے عہد حکومت میں ملک نے بڑی ترقی کی ہے، بہت سے تعمیری کام ہوئے ہیں، اس کے شاہانہ جود و سخا، عدل و مساوات کے سائے میں رعایا کو پھولنے پھلنے اور چین کی زندگی گذارنے کا پورا پورا موقع ملا ہے وہ ایک زبردست حکومت کا مالک ہوتے ہوئے عجب و تکبر، کبر و نخوت سے دور اور خدمت خلق کے جذبہ سے مخمور و سرشار تھا، وہ شہسواری اور جنگی فنون میں بھی ماہر تھا اور صاحب سیف و سنان بھی تھا اور علم و ادب کی دنیا کا بھی نکتہ داں اور بذلہ سنج۔

اس کی ان ساری خوبیوں پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لئے اس کی سیرت کا صرف یہ ایک واقعہ کافی ہے۔ ایک دن بادشاہ گھر میں ایک عام آدمی کی طرح سے گھریلو ماحول میں بے تکلف انداز میں تھا کہ جا بانیز سے قاضی کا بھیجا ہوا قاصد ایک مجرم کی حیثیت سے حاضر عدالت ہونے کا پروانہ لے کر پہنچا۔ پروانہ ہاتھ میں ملتے ہی بادشاہ نے اسی بے تکلف و سادہ انداز میں جس طرح گھر میں تھا عدالت کے لئے روانہ ہو گیا نہ شاہانہ جوڑے زیب تن کئے نہ کوئی محافظ دستہ اور باڈی گارڈ ساتھ لئے بادشاہ عدالت میں پہنچتا ہے تو قاضی بحیثیت منصف و جج کرسی عدالت پر بیٹھا نظر آتا ہے لیکن بادشاہ کو دیکھ کر اس کے ادب و احترام میں اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوتا بلکہ حاکمانہ انداز میں بادشاہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اپنے فریق کے ساتھ بیٹھو اپنے کو اس سے بلند و بڑا سمجھ کر اس سے ممتاز جگہ میں نہ بیٹھو اور بادشاہ قاضی کے حکم سے سر مو انحراف کئے بغیر مدعی کے ساتھ بیٹھ جاتا ہے۔

مدعی نے بادشاہ کے خلاف یہ مقدمہ دائر کیا تھا کہ بادشاہ نے ہم سے گھوڑے خریدے تھے اس کی قیمت ہم کو ابھی تک نہیں ملی چنانچہ عدالت میں بحث شروع ہوئی اور تاجر نے اپنا مطالبہ صحیح ثابت کر دیا اور قاضی نے بلا کسی ادنیٰ جھجک و تردد کے بادشاہ کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ تاجر بھی ایسا ضدی تھا کہ اس نے کہا جب تک قیمت نہ لے لوں عدالت سے بادشاہ اٹھ نہیں سکتے۔ چنانچہ قاضی نے وہیں قیمت ادا کرنے کا حکم دیا اور بادشاہ نے کسی ذریعہ سے رقم منگوا کر تاجر کو ادا کی تب عدالت برخاست ہوئی۔

یہ کون حاضر عدالت تھا قاضی کس کے خلاف یہ جرأت مندانہ فیصلہ دے رہا تھا! اس کے خلاف جو ایک زبردست حکومت کے سیاہ سفید کا مالک تھا۔ اس کے چشم و ابرو کے اشارہ پر دیکھتے دیکھتے قاضی کا سر قلم ہو سکتا تھا مگر آفریں ہے اس پیغام محمدی پر جو شاہ و گدا اور حاکم و محکوم سب پر اپنے عدل و انصاف کا فرمان جاری کرتا ہے اور تاب انکار نہیں ہوتی اور آفریں ہے اس بادشاہ وقت پر جو اپنی حکومت و دبدبہ کے نشہ میں اصول اسلام سے ذرہ برابر نہیں ہٹنا چاہے سر عام رسوا ہو رہا ہو۔ قاضی کا بھی کمال ہے کہ اس پر بادشاہ کا کوئی رعب نہیں پڑتا اور وہ بے لاگ فیصلہ دے دیتا ہے اور عدالت میں حاضری کے وقت بادشاہ کے لئے شاہانہ آداب بجا لانا تو کجا اسلام تک نہیں کرتا ہے اور ایک عام آدمی کی طرح سے بادشاہ وقت کے خلاف مقدمہ کی سماعت کرتا ہے۔

جب مقدمہ کا فیصلہ ہو جاتا ہے عدالت برخاست ہو جاتی ہے تب قاضی اپنی کرسی سے اٹھتا ہے اور معمول کے مطابق شاہی آداب بجا لاتا ہے اور قانون اسلام کے سامنے بادشاہ کے آداب نہ بجا لانے پر معذرت کرتا ہے، بادشاہ بڑھ کر قاضی کا ہاتھ پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیتا ہے اور اس کے اس بے لاگ فیصلہ پر کوئی عتاب نازل کرنے کے بجائے اس حق و انصاف کی داد دیتے ہوئے کہتا ہے کہ قاضی کو آپ ہی جیسا ہونا چاہیے جو کسی حال میں حق فیصلہ کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کرے۔ قاضی نے فرمایا، بادشاہ بھی آپ ہی جیسا ہونا چاہیے جو حق کو تسلیم کر لے اور پیشانی پر بل تک نہ آئے۔

یہ سطریں لکھنے کے بعد میں اس فکر میں کھو گیا کہ یہ کس دنیا کا قاضی تھا اور کہاں کا بادشاہ۔ وہ کس ضمیر کے انسان تھے کہ ایک طرف تو حق کے سامنے نہ جاہ و منصب کا خیال تھا اور نہ ہی دوسری طرف جاہ و منصب کا رعب دل پر اثر انداز ہو سکتا تھا۔ حالانکہ یہ اس ملک کے لوگ تھے جہاں جاہ و منصب کو قریب قریب خدائی کا درجہ حاصل تھا اور مال و دولت کو تقدس کا رتبہ لیکن اسلامی تعلیم و تربیت نے ان کا مزاج بدل دیا تھا ان کو حق و انصاف میں وہ مزہ آتا تھا جو آج ہوس کے ماروں کو دوسروں کا خون چوسنے کمزوروں کو ستانے اور ان کے ہاتھ کا ٹکڑا چھیننے میں مزہ آتا ہے کیا تاریخ اسلام کے علاوہ دیگر قوموں کی تاریخ کی سلوٹوں میں کوئی ایسا واقعہ مل سکتا ہے پھر آج وہی اسلام کیوں بدنام کیا جاتا ہے جس کے اصولوں اور تربیت نے انسان کو پارس بنایا ہے، امن و امان اور چین و سکون کی فضا پیدا کی ہے ملکوں کے فرمانرواؤں کی نظر میں اپنے پرائے سب برابر رہے ہیں کیا اس واقعہ کو پڑھ کر ہمارے ذہن و دماغ کو کوئی جھٹکا لگتا ہے۔!!

معذرت

تعمیر حیات کا شمارہ ۱۰ مئی معمول کے مطابق ڈاک کے حوالے کر دیا گیا تھا مگر امین آباد سارٹنگ آفس میں آتش زدگی کی وجہ سے تعمیر حیات کی ڈاک بھی متاثر ہوئی۔
لہٰذا جن حضرات کو پرچہ نہ پہونچے مطلع فرمائیں۔ (مینجر)

بمبئی میں
خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور
مٹھائیاں اور حلویات
عمدہ و لذیذ
سلیمانی افلاطون
اس کے علاوہ خصوصی پیش کش
ڈرائی فروٹ برفی
ملک کیک * قلاقند * ملائی * برفی * کوکو ملائی برفی
ہر قسم کے تازہ و خستہ
بسکٹ
اور
نان خطائیاں
خریدنے کا قابل اعتماد مرکز
سلیمان عثمان مٹھائی والے
مینارہ مسجد کے نیچے، بمبئی
320059
بیکری: ۔۔۔ ۳۳ - محمد علی روڈ بمبئی - ۳

دوسری اور آخری قسط

جان پول سارٹر اور فلسفۂ وجودیت

از: مولانا سید محمد الحسنی ندوی مرحوم
ترجمہ از عربی: محمد صدر الحسن ندوی

فلسفۂ وجودیت میں جان پول سارٹر جس ادبا می طرز فکر کی نمائندگی کرتا ہے دراصل وہ ان دو عظیم جنگوں کا نتیجہ ہے جن میں انسانی سرگرمیوں اور اس کے طرز فکر پر خوف و ہراس چھایا ہوا تھا اور پوری دنیا انارکی اور فکری دیوالیہ پن کا شکار ہو رہی تھی۔ دوسری بات یہ پیش آئی کہ اس کو براہ راست اس سے واسطہ پڑا، کیونکہ وہ دوسری جنگ عظیم میں گرفتار ہو کر ایک سال تک زنداں کی تنگ و تاریک کوٹھری کی مشقتیں برداشت کرتا رہا پھر اس سے کسی طرح راہ فرار اختیار کر کے جرمنی کے مخالف تحریک سے وابستہ ہو گیا پھر وہ ایک ایسے ادب کے ساتھ افق عالم پر نمودار ہوا جس میں انسان کے لئے ہر غلط اور فحش فعل کے ارتکاب کی وجہ جواز تھی، اس طرح اس نے کوشش کی کہ اپنے حزن و ملال اور سراسیمگی و پریشانی کو ایک غیر محدود آزادی سے دور کرے جس میں قانون کا دور دور تک کوئی نام و نشان نہ ہو۔

سارٹر خود اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ خلوت و تنہائی اور فطرت انسانی کا چولی دامن کا ساتھ ہے لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ انسان اس پر قابو پالے یا صحیح تعبیر یہ کہ اسے بالکل فراموش کر دے اور اسی فکری پراگندگی عقلی اباحیت اور آزادانہ استعمال کے ذریعہ ایمان و اخلاق اور اعلیٰ قدروں کی بیڑیوں اور طوق کو اپنی گردن سے نکال کر پھینک دے اور خیر و شر اور اچھے برے کی تمیز یکسر ختم کر دے لیکن اگر کسی دوسرے انسان کا وجود اس حریت میں دخیل انداز ہوتا ہے تو اس کا مقابلہ کرنے کی شکل یہ ہے کہ یا تو ہم اعلیٰ پیمانہ پر اپنی آزادی کو استعمال کر کے اس پر غالب آجائیں یا اس کی بالکل پرواہی نہ کریں۔

یہ حقیقت اس کے افسانہ "جادۂ حریت" "مرگ نفس" اور "دو در خود" میں نمایاں نظر آتی ہے جس میں وہ معاشرتی حالات کی تصویر کشی اس طور پر کرتا ہے کہ ایک شخص (افسانہ کا ہیرو) ہے جو مصائب و آلام سے گھرا ہوا ہے لیکن قدم قدم پر انسان کی انفرادی آزادی اس کی بے لگام آزادی کی راہ میں حائل ہوتی ہے تو کبھی تو وہ اس کا مقابلہ پوری قوت و طاقت سے کرتا ہے اور کبھی بے التفاتی و بے پروائی سے۔

سارٹر یاس و ناامیدی کے اس گوشہ میں کسی طرح شوپنہار سے کم نہیں (شوپنہار اس میدان کا قائد سمجھا جاتا ہے) اسی نے کہا تھا کہ "زندگی پنڈولم کی طرح رنج و الم سے اکتاہٹ اور اکتاہٹ سے رنج و الم کی طرف رواں دواں رہتی ہے"، اسی اکتاہٹ اور بے چینی کی چھاپ ان فلاسفر اور ادبا کے یہاں ملتی ہے جسے وہ آرام و سکون اور دلبستگی کے مضحکہ خیز نوا یجادات اور نہایت ہی انسانیت سوز افعال کے ذریعہ ختم کرنا اور اس شدید روحانی پیاس کو ان لاحاصل اور بیہودہ افعال کے ذریعہ بجھانے کی کوشش کرتے ہیں جسے عقل سلیم، شرافت انسانی اور عزت نفس کبھی بھی گوارا نہیں کر سکتی۔

اس مکتب فکر کے پھلنے پھولنے اور آزاد منش نوجوانوں اور ادبا کے درمیان اس کی پذیرائی کا اصل اور بنیادی سبب یہ ہے کہ ان سے اس کے ذریعہ ادب و فلسفہ کے غلاف میں سفلی جذبات کی تسکین کے لئے ایک وجہ جواز مہیا کر دی ہے۔

(اگرچہ سارٹر کے خیالات اور اس کے افکار کا تجزیہ یہاں پر ختم ہو جاتا ہے مگر مرحوم مقالہ نگار نے سارٹر کے مدمقابل دوسرے مفکر مارسیل کے افکار کا بھی اسی ضمن میں جائزہ لیا ہے جو ہمارے قارئین کے لئے مفید اور معلوماتی ہے اس لئے اس حصہ کو بھی ہم پیش کر رہے ہیں)۔

سارٹر اور مارسیل کا موازنہ:

اب ہم مارسیل کے مکتب فکر سے بحث کرنا چاہتے ہیں جس کا شمار چوٹی کے مفکرین میں ہوتا ہے اور وہ فلسفہ وجودیت میں ایک خاص مکتب فکر کا بانی سمجھا جاتا ہے اور اس کے اور سارٹر کے مکتب فکر میں بنیادی اختلاف بھی پایا جاتا ہے اگرچہ فلسفہ وجودیت کی ہیولیٰ سازی میں دونوں ایک دوسرے کے ممد و معاون ہیں۔

دونوں کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ سارٹر اباحیت و الحاد کے مکتب فکر کی نمائندگی کرتا ہے اور تمام اخلاقی قدروں پر بلا امتیاز تیشہ زنی کرتا ہے اور مارسیل ایمان باللہ اور اخلاقی قدروں کے مکتب فکر کی نمائندگی کرتا ہے اور کیمیت کے ساتھ وجود کی دعوت دیتا ہے۔

مارسیل روح پر ایمان رکھتا ہے اور اس بات پر یقین کامل رکھتا ہے کہ انسان صحیح اور کامل آزادی سے اس وقت تک بہرہ ور نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ کسی ایسی قوت سے اپنا سررشتہ مضبوط نہ کرے جو اس سے بالا و برتر ہو اور یہ اللہ کی ذات گرامی ہی ہو سکتی ہے۔ انسان کی جوہر شناسی اور اس کی خودی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مقصد و غایت کے اعتبار سے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر اکتفا کرے اسی لئے وہ یہ نظریہ پیش کرتا ہے کہ معاشرتی فعالیت اور انفرادی سرگرمیوں کے لئے ایمان باللہ از حد ضروری ہے۔ یہاں پر مارسیل کا نظریہ وسیع اور لامحدود پیمانے پر کیمیت سے جا ملتا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ اخلاقی شعور اور شخصی آزادی بھی دونوں انسان کی زندگی کا مقصد و غایت متعین کرتے ہیں۔ مارسیل "سارٹر"، اور "کامو" کی طرح زندگی کو بے قیمت اور لاحاصل نہیں سمجھتا بلکہ اس کے برعکس اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ امید و آرزو انسان کی روح میں رچی بسی ہوئی اور اس کی فطرت کا ایک اٹوٹ انگ ہے اور ہم اپنی زندگی اور اپنی شخصیت کو اسی وقت سعادت سے بہرہ ور کر سکتے ہیں جب کہ ہمارے اندر امید و آرزو کی دنیا بسی ہوئی ہو، ناامیدی اور یاس کی شکل میں ممکن نہیں روحانی زندگی کے لئے امید و آرزو ایسی ہی لازمی ہے جس طرح سانس طبعی زندگی کے لئے ضروری ہے۔

وہ الفت و محبت، امید و آرزو، وفاکیشی و وفاشعاری جیسے ان سارے صحتمند اقدار پر یقین رکھتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر ودیعت رکھی ہے تاکہ وہ اس سے زندگی کے طویل اور دور دراز سفر میں پیش آنے والی مشقتوں اور مصائب و آلام کا مقابلہ کر سکے۔ لیکن اس کے باوجود اس خلا کو پر کرنے کے لئے مارسیل کوئی واضح اور متعین منصوبہ بندی سے کام نہیں لیتا یا خاص اور متعین راستے کی طرف رہنمائی نہیں کرتا اگر سارٹر پر یہ آیت قرآنی صادق آتی ہے "الذین طبع اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم" تو مارسیل پر دوسری آیت چسپاں ہوتی ہے "کلما أضاء لھم مشوا فیہ واذا أظلم علیھم قاموا ولو شاء اللہ لذھب بسمعھم وابصارھم ان اللہ علی کل شیئ قدیر"۔

اس کے ناول اور افسانوں کی سرخیاں اور اس کے عناوین اس کے طرز فکر اور اس کے جذبات و وجدان کی غمازی کرتی ہیں، اس کا ایک مشہور ناول ہے جس کا نام ہے "یکے از خاصان خدا" اور افسانہ جس کی سرخی ہے "جگر دیگراں" اور تیسرے کا نام ہے "توفیق الٰہی"۔ ہم یہاں پر اس کے ناول "یکے از خاصان خدا" کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں کیونکہ یہ اس کے طرز فکر اور جذبات و وجدان سے بھرپور عقل و خرد پر روشنی ڈالتا ہے۔

وہ اس ناول میں ایک پروٹسٹنٹ

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام — ایک تعارف

(ایک تقریر جو ۹ مئی کو آل انڈیا ریڈیو دہلی سے نشر کی گئی)

از: شمس تبریز خاں

یورپ کی نشأۃ ثانیہ Renaissance دراصل رومی و یونانی تہذیبوں کو از سر نو زندگی بخش دی جن میں مذہب و اخلاق اور روحانیت و انسانیت کے خوشگوار عناصر کا اعتدال یکسر مفقود تھا، اس لئے اس احیائی تحریک اور انقلاب فرانس کے بعد کی مغربی تہذیب میں مادی طاقت، عیش و عشرت، استحصال اور سامراجیت اور اخلاقی و روحانی زوال و انحطاط کے پہلو بہت نمایاں رہے۔ اور اس نے تقریباً پوری دنیا کو اپنی مادی و ذہنی غلامی میں مبتلا کر دیا۔ مغربی اقوام مشرقی ممالک میں اپنی حکومت قائم ہو جانے کے بعد اپنے فکر و فلسفہ اور ادب و ثقافت کے ذریعہ محکوم قوموں کے دل و دماغ سے مشرقیت و روحانیت کے آخری نقوش بھی مٹا دینے کے درپے رہتی تھیں۔ جس کے بارے میں اکبر الہ آبادی مرحوم نے اپنے مخصوص ظریفانہ مگر حکیمانہ انداز میں کہا تھا ؎

توپ کھسکی پروفیسر آئے
جب بسولا ہٹا تو رندا ہے

مشرق اور ہندوستان میں مغرب کے سامراجی نظام کے خلاف فطری طور پر شدید رد عمل ہوا اور صدیوں کے مکوم خواب غلامی سے بیدار ہونے لگے۔ ہندوستان میں جہاں راجہ رام موہن رائے، سوامی ویویکا نند، اور گاندھی جی نے انقلابی و اصلاحی اقدامات کیے وہیں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، سر سید احمد خاں، علامہ شبلی نعمانی، مولانا محمد علی، ڈاکٹر اقبال اور مولانا آزاد نے ملک و ملت کی آزادی کو بحال اور خودی کو بیدار کرنے کی کامیاب کوشش کی اور اپنے عہد میں ایسا موثر اور طاقتور فکر انگیز و خیال افروز لٹریچر تیار کر دیا جو مغرب کے ہمہ جہتی حملوں کا ایک بہتر جواب تھا۔

آج کی صورت حال یہ ہے کہ مغرب، مشرق میں اپنی فوجی کالونیاں کھو دینے کے بعد فوجی معاہدوں، معاشی امداد، تخریبی لٹریچر اور دوسرے طریقوں سے اسے دوبارہ اپنا غلام بنانے یا اپنے حلقۂ اثر میں رکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ خاص طور پر بڑی طاقتوں نے اپنی پروپیگنڈہ مشنری، ادب و صحافت، سینما، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ ساری دنیا میں مادیت و دنیا پرستی، حرص و ہوس، بین الاقوامی ... طبقاتی و نفسیاتی کشمکش کی جو مسموم و مذموم فضا پیدا کر دی ہے اس میں روحانیت و انسانیت، اخلاق و شرافت اور دین و مذہب کی اقدار عالیہ پامال ہو کر رہ گئی ہیں اور سائنس و ٹکنالوجی کی بے مقصد ترقی انسان اور اس عالم کے لئے مستقل خطرہ بن گئی ہے۔

اس لئے مذہب و اخلاق، انسانیت و مشرقیت کا درد رکھنے والے تمام انسانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ مغربی تہذیب و ثقافت کے پھیلائے ہوئے عالمی انتشار، ذہنی و اخلاقی فساد، اور روحانی بے چینی کو روکنے کی کوشش کریں اور تہذیبی فضا اور ثقافتی ماحول، کثافت و آلودگی کو اخلاق و روحانیت کی لطافت و پاکیزگی سے بدل دیں۔ اس مقصد کے لئے ہندوستان کے دو علمی اداروں، دار المصنفین (اعظم گڑھ) اور ندوۃ المصنفین (دہلی) نے خاص طور پر قابل ذکر کام کیا ہے۔ مگر ان کا طرز خالص علمی و تحقیقی ہے اس لئے ایسے دعوتی و تربیتی اور اصلاحی و انقلابی لٹریچر کی ضرورت باقی تھی جو عصری اسلوب میں اسلام کی موثر اور طاقتور ترجمانی و نمائندگی کرے اور عصر حاضر کے چیلنج کا صحیح اور تسلی بخش جواب دے کر نئے ذہنوں کو نہ صرف مطمئن کرے بلکہ ایجابی طور پر ان کی اخلاقی و ثقافتی تربیت کا سامان کرے اور شک و شبہ کی مایوسی و تاریکی کو ایمان و اخلاق کی گرمی و روشنی سے بدل دے اور اسلام کے فیضان کو زیادہ سے زیادہ انسانوں تک پہنچائے۔ چنانچہ اسی بڑے مقصد کے لئے عالم اسلام اور ہندوستان کے مشہور عالم اور اہل قلم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ۱۹۵۹ء میں لکھنؤ ... تحقیقات و نشریات اسلام یا اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ اینڈ پبلیکیشنز کے نام سے ایک علمی ادارہ قائم کیا جس کے وہ صدر بھی ہیں۔

مولانا مدظلہ، اس ادارے کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایک عرصہ سے عالم اسلام میں ایسے لٹریچر کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے جو اسلام کی موثر و طاقتور نمائندگی و ترجمانی کرے، ایمان و یقین کی بنیادیں ذہن و دماغ میں از سر نو استوار کرے، اس ذہنی بے چینی و انتشار کو رفع کرے جو مغرب کی مادہ پرست اور شکوک آفریں تہذیب و ادب نے عالم گیر پیمانے پر پیدا کر دیا ہے اور اس نئے ارتداد کا مقابلہ کرے جو طوفان و سیلاب کی طرح سارے عالم میں پھیل گیا ہے اور اسلام ایک زندہ و معین مذہب ہونے کی وجہ سے خاص طور پر اسی کی زد میں ہے ان حقائق کے احساس اور ان خطرات کے اندازے نے جو اس خلاء کی وجہ سے عالم اسلام کو بالعموم اور ہمارے برا عظم کو بالخصوص در پیش ہیں بعض سوچنے والوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ایسی تصنیفی و اشاعتی مجلس کی تشکیل کریں جو ہر قسم کے جماعتی و سیاسی اغراض سے بالاتر ہو کر اسلام و انسانیت کی یہ خدمت انجام دے چنانچہ مئی ۱۹۵۹ء میں مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کا قیام عمل میں آیا تھا"۔

مجلس کے اہم مقاصد میں غیر مسلموں اور نوجوانوں کو اسلام کے ہمدردانہ مطالعہ کی دعوت دینا بھی ہے اس لئے اس نے انگریزی و ہندی اور علاقائی زبانوں میں اسلام اور مسلمانان ہند سے متعلق لٹریچر بھی فراہم کیا اور ہندوستان، یورپ و امریکا اور افریقہ کی اہم یونیورسٹیوں اور لائبریریوں کو اپنی مطبوعات کی دو دو کاپیاں ہدیۃً بھجوائیں۔

اس مجلس نے تجارت و منفعت کے بجائے دعوت و تربیت کے مقاصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے اس لئے اس نے بیش قیمت کتابیں سستے داموں میں فراہم کیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے اب تک تقریباً ایک لاکھ روپے کی کتابیں ساری دنیا میں مفت تقسیم کیں اس کے علاوہ علمی و تحقیقی سوالات کے جواب پر مشتمل ہر سال سینکڑوں خط لکھے جاتے ہیں۔

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام اپنی کارگزاری میں بین الاقوامی رنگ اپنائے ہوئے ہے اس لئے اس نے عربی، اردو، انگریزی اور ہندی، فارسی اور بنگالی میں ۳۵۰ کتابیں شائع کی ہیں۔ اس کی مطبوعات کی مانگ ایشیا کے علاوہ یورپ، امریکا اور افریقہ میں بھی ہے جہاں کے بڑے تاجران کتب مجلس کی کتابوں کا اشتراک رکھتے ہیں، عالم عربی کے تقریباً تمام بڑے ناشرین حضرت مولانا علی میاں صاحب کی عربی کتابیں اپنے یہاں سے شائع کرتے ہیں جن میں دار الاعتصام (مصر) دار القلم (کویت) الشرکۃ المتحدہ للتوزیع، موسسۃ الرسالۃ (لبنان) اور بعض سعودی ناشر ممتاز ہیں۔

غیر ملکی زبانوں میں بھی حضرت مولانا علی میاں صاحب کی بیشتر کتابوں کے ترجمے شائع ہوتے رہے ہیں چنانچہ انڈونیشی زبان میں انڈونیشیا کے سابق وزیر اعظم ڈاکٹر محمد ناصر کے اہتمام میں، ادارہ اسلامی نشریات قونیہ سے احمد لطفی خزاینچی کے قلم سے ترکی میں۔

ادارہ اسلام شناسی قم (ایران) سے استاذ مصطفیٰ زمانی کے قلم سے فارسی میں اور بعض کتابوں کے فرنچ میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ ہندی کے علاوہ ہندوستان کی متعدد زبانوں میں مولانائے محترم کی بعض کتابیں ترجمہ ہو چکی ہیں، مولانائے محترم کے علاوہ علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا عبد الباری ندوی مرحوم، محمد اسد صاحب (سابق لیوپولڈ ویس) جناب وحید الدین خاں صاحب، مولانا عبد السلام قدوائی ندوی مرحوم، سید اطہر حسین صاحب (آئی۔ اے۔ ایس) مریم جمیلہ صاحبہ، ڈاکٹر محمد آصف قدوائی، جناب محی الدین احمد صاحب اور راقم الحروف کی کتابیں اور تراجم بھی مجلس سے شائع ہوتے رہے ہیں۔

مجلس کی علمی و دینی خدمات کو ہندو بیرون ہند میں بنظر تحسین دیکھا گیا اور ممتاز اہل علم و قلم اس کے ارکان اعزازی ہیں جن میں مولانا عبد الماجد دریابادی، ڈاکٹر یوسف حسین خاں، مولانا عبد السلام قدوائی ندوی، مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی، پروفیسر نجیب اشرف ندوی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی

پروفیسر غلام دستگیر رشید، پروفیسر عبدالوہاب بخاری، ڈاکٹر عبدالمعید خاں اور پروفیسر خلیق احمد صاحب نظامی کے نام شامل ہیں۔

عربی کے مشہور صحافی اور اہل قلم جناب مولانا محمد رابع صاحب ندوی مجلس تحقیقات کے سکریٹری اور سیکڑوں افراد اس کے لائف ممبر ہیں۔

اب مختصراً مجلس کی بعض کتابوں کے بارے میں بھی سنتے چلئے! یہاں سے سب سے پہلے مولانا علی میاں صاحب کا کتابچہ "نیا طوفان اور اس کا مقابلہ" شائع ہوا۔ جس میں مغربی طوفان کے خطرہ کو سمجھ کر اس کے مقابلے کی دعوت دی گئی تھی۔ پھر ڈاکٹر آصف قدوائی صاحب کی مقالات سیرت شائع ہو کر مقبول ہوئی جس میں سیرت نبوی کو نئے اور عصری اسلوب میں پیش کیا گیا تھا۔ "Road to Mecca" پھر محمد اسد کی کا ترجمہ مولانا محمد الحسنی مرحوم کے قلم سے شائع ہوا اور اس نے تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اپنے فکر انگیز اور روح پرور انداز سے بہت ہی متاثر کیا، اس کے بعد مولانا علی میاں صاحب کی پہلی تاریخ ساز عربی کتاب ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین کا اردو ایڈیشن "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" کے نام سے شائع ہوا اور ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ عربی اور اردو میں اس کے ۱۰۔۱۰ ایڈیشن نکل چکے ہیں اسی طرح انگریزی میں .Muslim ...the world کے نام سے اور ترکی، فارسی اور فرنچ میں کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

لندن یونیورسٹی میں مڈل ایسٹ سکشن کے چیرمین ڈاکٹر کنگھم نے ان الفاظ میں اس کو خراج تحسین پیش کیا کہ "اس صدی میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی جو کوشش بہتر سے بہتر طریقہ پر کی گئی ہے یہ اس کا نمونہ اور تاریخی دستاویز ہے"۔

عالم اسلام کے نامور مفکر اور اہل قلم سید قطب شہیدؒ نے اس کی داد ان الفاظ میں دی کہ "اس موضوع پر تمام قدیم و جدید لٹریچر میں چند بہترین کتابیں جو میری نظر سے گزری ہیں ان میں یہ کتاب خاص مقام رکھتی ہے، یہ کتاب تاریخ نویسی کا ایک کامیاب نمونہ ہے۔۔۔ الخ" اس کتاب کو مشرق وسطی کی عظیم تحریک الاخوان المسلمون نے اپنے تربیتی کورس میں اور بعض عرب ملکوں نے اپنے نصاب درس میں داخل کیا۔ اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر آصف قدوائی کے قلم سے ہے۔

اس کے بعد مولانا علی میاں صاحب کی دوسری عربی کتاب رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام کا اردو نقش انہی کے قلم سے "تاریخ دعوت و عزیمت" کے عنوان سے تین جلدوں میں شائع ہوئی اور پہلی ہی کتاب کی طرح مقبول خاص و عام ہوئی۔ یہ دین اسلام کی وہ یکتا و یگانہ تاریخ ہے جس سے اسلامی ادبیات کا دامن خالی تھا۔ یہ دراصل ان لکچروں کا مجموعہ ہے جو مولانا نے جہاں پروفیسر کی حیثیت سے دمشق یونیورسٹی میں دیے تھے، اس کتاب کا انگریزی ترجمہ جناب محی الدین احمد صاحب نے Saviours of Islamic Spirit کے نام سے کیا۔

مولانا کی تیسری ولولہ خیز اور فکر انگیز عربی کتاب "الصراع بین الفکرۃ الاسلامیۃ والفکرۃ الغربیۃ" اردو میں "مسلم ممالک میں اسلامیت و مغربیت کی کشمکش" کے عنوان سے شائع ہوئی اور اس نے عصر حاضر کے سب سے بڑے فکری معرکہ پر فیصلہ کن انداز میں روشنی ڈالی۔ جس سے اہل فکر و نظر کے عالمی حلقے متاثر ہوئے۔ اس کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر محمد آصف قدوائی کے قلم سے western civilization, Islam & Muslims. کے عنوان سے ہوا ہے۔

مولانا کی اولیں اردو کتاب "سیرت سید احمد شہیدؒ" کا نیا ایڈیشن مجلس نے شائع کیا ہے جس میں مولانا نے اس مظلوم مصلح و مجاہد اور ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک پر روشنی ڈالی ہے۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اس کے مقدمہ میں لکھا تھا:۔

"مصنف نے یہ کتاب جس وقت سے لکھی ہے اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں رشد و ہدایت اور عزم و ہمت کا ایک صحیفہ دیدیا ہے"۔

اس موضوع پر اردو میں مولانا غلام رسول مہر اور انگریزی میں جناب محی الدین احمد صاحب کی کتابیں بھی بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

مولانا کی عربی کتاب "الارکان الاربعۃ" جو اردو میں 'ارکان اربعہ' کے نام سے مولانا محمد الحسنی مرحوم کے ادیبانہ ترجمہ کی شکل میں اور انگریزی میں 'فور پلرس آف اسلام' کے نام سے ڈاکٹر آصف قدوائی کے قلم سے شائع ہوئی ہے، اسلامی عبادات کی حکمت و فلسفہ پر غالباً حضرت شاہ ولی اللہؒ کی حجۃ اللہ البالغہ کے بعد اپنی نوعیت کی دوسری کتاب ہے۔

مولانا نے ابھی حال میں عربی میں 'السیرۃ النبویۃ' کے عنوان سے سیرت نبویؐ کے قدیم و جدید ماخذ سے کام لے کر ایک فاضلانہ سیرت لکھی ہے جو مولانا شبلی و مولانا سید سلیمان ندوی کی سیرت النبیؐ کی طرح مقبول ہو رہی ہے اردو ترجمہ مولانا محمد الحسنی مرحوم کے قلم سے 'نبی رحمتؐ' اور انگریزی ترجمہ 'محمد رسول اللہ' کے نام سے جناب محی الدین صاحب کے قلم سے شائع ہوا اور تمام حلقوں میں مقبول ہوا ہے۔

مجلس کی مشہور و مقبول کتابوں میں 'نقوش اقبال'، 'علم جدید کا چیلنج'، اور 'مذہب و سائنس' بھی ہیں۔

مولانا محمد منظور نعمانی کی کتابوں کے انگریزی ترجمے ڈاکٹر محمد آصف قدوائی کے قلم سے اور سید اطہر حسین صاحب کی انگریزی کتابیں بھی بڑی اہمیت و افادیت کی حامل ہیں۔

سامعین کو یہ سنکر خوشی ہوگی کہ ہماری مجلس تحقیقات کے حالیہ اشاعتی پروگرام میں مولانا عبدالماجد دریابادی کی فاضلانہ و محققانہ تفسیر قرآن اردو اور انگریزی میں شائع ہونے جارہی ہے۔

اخیر میں میں اپنے سامعین سے یہ کہہ کر رخصت ہونا چاہوں گا کہ دنیا میں علمی اکیڈمیوں کی کمی نہیں مگر اس اکیڈمی نے اسلام، علم اور انسانیت کی خدمت کا جو بیڑا اٹھایا ہے وہ کچھ اور ہی ہے اس لئے امید ہے کہ اہل علم اس کی علمی اہمیت اور اہل دل اس کے اخلاص و معنویت کو محسوس کریں گے۔ ع

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام اپنے سامنے علم و دین کی خدمت کے عظیم الشان منصوبے رکھتی ہے، اپنے عملہ کے لئے قیام گاہیں، اپنا پریس اور لائبریری اور اردو، انگریزی اخبار و رسالہ کی شکل میں اپنے ترجمان کی بھی بڑی ضرورت محسوس کر رہی ہے جس کے بعد وہ شایان شان طریقے پر اپنی علمی و ثقافتی، اخلاقی و تعمیری مہم جاری رکھ سکے گی۔

مجلس نے قناعت و توکل کے روغن سے اپنا چراغ جلایا تھا جو انشاء اللہ تادیر روشن رہے گا، کیوں کہ اہل دل کا یقین ہے کہ ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

ایک گذارش ــــــ اپنے قارئین کی خدمت میں

ہم حتی الامکان تعمیر حیات کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن ہمیں اس سلسلہ میں آپ کا تعاون چاہیئے تاکہ ہم مزید اس کو آپ کے لئے مفید اور کارآمد بنا سکیں۔

- تعمیر حیات اہتمام کے ساتھ ڈاک کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ اگر ڈاک کی بدنظمی سے آپ کو پرچہ وقت پر نہ ملے تو ہمیں تحریر فرمائیں ہم دوبارہ پرچہ بھیجدیں گے۔ محکمۂ ڈاک سے بھی شکایت کیجئے۔
- خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں تاکہ آپ کی شکایات کو فوراً دور کیا جا سکے۔
- تعمیر حیات کا چندہ ارسال کرتے وقت کوپن پر اپنا نام، پتہ اور خریداری نمبر ضرور تحریر فرمایا کریں۔
- اگر آپ کا پتہ تبدیل ہو جائے تو اس کی اطلاع ہمیں ضرور دیا کریں۔ پتہ خوشخط اور صاف انگریزی میں پن کوڈ نمبر کے ساتھ تحریر فرمایا کریں۔
- پرچہ کے بارے میں اپنی رائے اور مفید مشوروں سے ضرور نوازیں۔

منیجر

شام میں سنی مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی ہے

(محمود حکیم)

شام کے بعثی حکمراں جو دروزی مسلمان ہیں جن کا عقیدہ سنی مسلمانوں سے کسی طرح سے بھی قریب نہیں کہا جا سکتا ہے وہ اپنے اقتدار اور غیر منصفانہ جابرانہ کارروائیوں کے لئے حماۃ اور حلب کو شکار بنائے ہوئے ہیں، کیونکہ ان علاقوں میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے اور وہ بعثی حکمرانوں کے لئے تیشہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کو طرح طرح سے پریشان کیا جا رہا ہے، ابتلاء میں ڈالا جارہا ہے ان پر ملک دشمن سرگرمیوں میں شریک ہونے کا الزام لگایا جارہا ہے ان کے ساتھ حد سے زیادہ ناروا سلوک کیا جارہا ہے اگر وہ مقابلہ کرتے ہیں تو ان پر بمباری کی جاتی ہے اور فوج حرکت میں آجاتی ہے اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا ہے جو ایک دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے ان کو گرفتار کر لیا جاتا ہے اور بغیر مقدمہ چلائے الکٹرک شاک اور سگریٹ جلا کر طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی ہیں ان کے خلاف جب حقوق انسانی کی بین الاقوامی تنظیمیں احتجاج کرتی ہیں اور تحقیقات کا مطالبہ کرتی ہیں تو خود ان کے کارندوں کو پریشان کیا جاتا ہے اور مسلمانوں تک پہونچنے نہیں دیا جاتا ہے، جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے نام نہاد دروزی مسلمان، روسی نواز حکمراں میشیل عفلق کے نام لیوا سنی مسلمانوں کو کس طرح نیست و نابود کرنے پر تلے ہیں۔

شام کے اخبارات سرکاری کنٹرول میں ہیں وہ صرف وہی چیزیں شائع کر سکتے ہیں جو حکومت کے موافق ہو وہ حکومت کی خوشامد میں آئے دن سنی مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کرتے رہتے ہیں اور ان کو ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

شام کے مشہور سرکاری اخبار "تشرین" نے ۱۲ مارچ ۱۹۸۰ء کو سنی مسلمانوں کے خلاف سخت مضمون تحریر کیا اور ان کو اخوان المسلمون کے نام سے منسوب کرتے ہوئے سنگین قسم کے ملک دشمنی الزامات عائد کئے، اخوانی فرقہ وارانہ فساد پھیلاتے ہیں اور یہ خود بھی رجعت پسندانہ راہ پر چل رہے ہیں۔

اس ایک خبر سے ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شام کے سرکاری اخبارات کس طرح سے سنی مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔

ٹھیک اس کے دوسرے ہی دن متحدہ عرب امارات سے شائع ہونے والے اخبار "الخلیج" نے لکھا کہ حلب، شام اور باقیماندہ شہروں کے مابین چھ یوم سے تعلقات منقطع ہیں اور وہ تمام سلکی اور لاسلکی رابطے جو حلب کو دوسرے شہروں سے ملاتے ہیں ایک ہفتہ سے منقطع ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بعثی حکمراں حلب کے ساتھ کیسا معاملہ کر رہے ہیں۔

ابھی یہ سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا بیروت کے اخبار نے یہ خبر دی کہ شامی افواج میں سخت رد و بدل کیا جارہا ہے، اور ایک ایک سنی مسلمان کو اس سے برطرف کیا جارہا ہے۔

ان تمام کارروائیوں پر جب ملک کا دانشور طبقہ احتجاج کرتا ہے تو اس کو بھی قید و بند کی مصیبت جھیلنا پڑتا ہے۔

ان واقعات کے بعد ہی شامی بار ایسوسی ایشن میڈیکل بورڈ، انجینئرنگ بورڈ کو ملک کے پورے حصہ میں تحلیل کر دیا گیا اور ان پر الزام لگایا کہ وہ اپنے بنیادی مقاصد اور مفوضہ ذمہ داریوں سے منحرف ہو گئے تھے۔ ان کا جرم کیا تھا وہ بھی سنتے چلئے۔ اس طبقہ نے اس سے قبل شامی قوم کی نشأت پر ایک بیان جاری کیا تھا اور عوام کے جذبات اور خیالات و افکار کا احترام کرنے کی بات کہی تھی لیکن اس طبقہ نے حافظ الاسد کو بے گناہ مسلمانوں کو گرفتار کرنے اور قتل کرنے پر مبارکباد نہ دی تھی جس کے فوراً بعد سرکاری ذمہ داروں نے ان پر یہ الزام لگایا۔ حکومت کی اس کارروائی پر ۵۰ سے زائد وکلاء نے ۱۹ مارچ ۱۹۸۰ء کو احتجاجی جلسہ کیا تو ان کی اکثریت گرفتار کر لی گئی۔

شام میں سنی مسلمانوں پر جو مظالم حکمراں طبقہ کی جانب سے کئے جا رہے ہیں اس پر بین الاقوامی ادارے احتجاج کر چکے ہیں۔

حقوق انسانی کی عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے شامی فوج کی سخت مذمت کی ہے اور اس نے الزام لگایا کہ وہ شمالی شام میں لوگوں کو اذیت پہنچا رہی ہے اور دردناک تکلیفیں دے رہی ہے اور صدر حافظ الاسد اپنے مخالفین کا اس طرح سے صفایا کر رہے ہیں۔

اس ادارہ نے کہا ہے کہ ہم کو مختلف ذرائع سے ایسی اطلاعات مل رہی ہیں جس سے بڑے پیمانہ پر گرفتاری کا علم ہوتا ہے اور حکومت کے خلاف مظاہرے اور تشدد کے واقعات کو دبانے کے لئے حکومتی ذمہ دار اس قسم کی کارروائیاں کرتے ہیں۔

اس میں مزید کہا گیا ہے کہ بہت سے شام سے آنے والوں نے مجھ کو بتایا ہے کہ انھوں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ سڑک کے دونوں جانب گرفتار شدگان کو پھانسی دی جارہی ہے۔ اور وہ مزید لکھتا ہے کہ ان گرفتار شدگان کو مختلف کیمپوں میں لے جایا جاتا ہے اور الکٹرک شاک اور سگریٹ جلا کر طرح طرح اذیتیں دی جاتی ہیں۔

اس ادارہ نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی لکھا ہے کہ شامی افواج نے بہت سے علاقوں کو پورے محاصرہ میں لے رکھا ہے ان میں قابل ذکر حمص اور حلب ہیں اور تحقیقات کرنے والے اداروں کے افراد جو اس کی تحقیقات کرنا چاہتے ہیں ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا ہے۔

ادارہ نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ شہر کی ایک مشہور شخصیت کو حکومت پر تنقید کرنے پر بغیر مقدمہ چلائے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا جب کہ ان کے خاندان کے سارے افراد گرفتار تھے۔

ان حالات کے بعد اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ افواج کے بل بوتے پر حکومت کرنے والے دروزی مسلمان سنی مسلمانوں کے خون سے اپنے اقتدار کی خاطر کب تک ہولی کھیلیں گے اور فوج کب تک ان کو سہارا دیتی رہے گی۔

ایشیائی ترقیاتی بینک نے افغانستان کی امداد بند کردی

ایشیائی ترقیاتی بینک نے افغانستان میں روسی مداخلت کے نتیجہ میں ہونے والی مجاہدانہ کارروائیوں سے خوفزدہ ہو کر وہاں کے ترقیاتی منصوبوں کے لئے سرمایہ فراہم نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور موجودہ تعمیراتی منصوبوں پر بھی کام بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس کا اعلان منیلا میں منعقد ہونے والے ایشیائی ترقیاتی بینک کے تیرہویں سالانہ اجلاس میں کیا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ ساڑھے ۹ کروڑ ڈالر کی لاگت کے تعمیراتی منصوبے جنگ زدہ علاقوں میں بینک نے اس سال کے شروع میں فیصلہ کیا تھا کہ جب تک افغانستان کی سیاسی صورت حال کا تصفیہ نہیں ہوتا افغانستان کی امداد معطل کر دی جائے اور اس فیصلہ کو اس اجلاس میں بھی برقرار رکھا گیا۔

پاکستان کے صوبہ پنجاب کے تمام منسٹر سبکدوش

پاکستانی صوبہ پنجاب کے نئے گورنر لیفٹننٹ جنرل غلام جیلانی کے تقرری کے ساتھ ہی مارشل لا ایڈمنسٹریٹر زون۔ اے کی ہدایت کے بموجب تمام صوبائی منسٹر سبکدوش ہو گئے اور وقتی طور سے متعلقہ محکموں کی نگراں سکریٹری کے سپرد ہو گئی ہے۔

لیفٹننٹ جنرل غلام جیلانی نے لیفٹننٹ جنرل سوار خاں کی جگہ لی ہے جن کو ترقی دیکر وائس چیف آف اسٹاف بنا دیا گیا ہے۔

اسلامی وزراء خارجہ کانفرنس ۱۷ مئی سے اسلام آباد میں

۸۰/۵/۱۲ اسلامی وزراء خارجہ کی گیارہویں کانفرنس ۱۷ مئی سے شروع ہوگی صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء قومی اسمبلی کی عمارت میں کانفرنس کا افتتاح کریں گے اور پانچ یوم تک یہ کانفرنس جاری رہے گی اس کے ایجنڈے میں ۹۰ امور شامل ہیں جن میں اسلامی دنیا کو درپیش اہم سیاسی مسائل

جیسے افغانستان میں روس کی مسلح فوجی مداخلت فلسطین اور بیت المقدس کے علاوہ امت مسلمہ کے مذہبی، سماجی، اقتصادی قانون اور دیگر امور شامل ہیں ان میں افریقہ میں تبلیغ اسلام، نائیجیریا میں اسلامی یونیورسٹی کا قیام، اسلامی کمیشن برائے اقتصادی، ثقافتی اور سماجی امور کی رپورٹ پر غور جو اس سال جنوری میں گنی کے اجلاس میں تبادلۂ خیال کے بعد تیار کی گئی ہے اور ورلڈ مسلم جیورسٹ کمیشن کی رپورٹ شامل ہے اس کانفرنس کے ایجنڈے کے دیگر اہم موضوعات میں مصری بائیکاٹ کے علاوہ قبرص کی صورتحال جنوبی فلپائن میں مسلم اقلیتوں کی حالت، جنوبی ایشیا، مشرق وسطیٰ اور افریقہ میں ایٹمی ہتھیاروں سے پاک علاقوں کا قیام، اور سمندری قانون جیسے معاملات شامل ہیں اس میں بیس کے قریب بین الاقوامی اور علاقائی اداروں اور اسلامی سکریٹریٹ کی ذیلی تنظیموں کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی ہے اس سے قبل کانفرنس کے رکن ممالک کی تعداد ۴۲ تھی مگر اب مصر اور افغانستان کے معطلی کی وجہ سے یہ تعداد ۴۰ رہ گئی ہے۔

روس میں مخالفوں کو پاگل خانے بھیج دیا جاتا ہے:

انسانی حقوق کی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنے حالیہ رپورٹ میں روس پر نئے الزامات عائد کئے ہیں۔ یہ الزامات اطلاعات و نشریات سے تعلق رکھنے والے افراد کے ساتھ وسیع پیمانے پر بدسلوکی سے متعلق ہیں رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ سنہ ۱۹۷۵ء سے لے کر ۱۹۷۹ء کے وسط تک ایسے کئی افراد کو جبری مشقت اور سزاؤں کا نشانہ بنایا گیا جنھیں حکومت کی پالیسی سے اختلاف تھا ایک اطلاع کے مطابق اس عرصہ میں چارسو افراد کو گرفتار کرکے نفسیاتی اسپتالوں میں بھیج دیا گیا، جو در حقیقت پاگل خانے ہیں ایمنسٹی انٹرنیشنل کے ترجمان نے بتایا ہے کہ جس وقت یہ رپورٹ تیار کی جارہی تھی اس وقت روس میں چارسو منحرفین گرفتار تھے لیکن اب یہ تعداد کہیں زیادہ ہو چکی ہے خیال ہے کہ مخالف نظریات کے حامی بہت سے افراد کو گرفتار کیا گیا لیکن سرکاری سنسر شپ اور خفیہ کارروائی کی بنا پر صحیح تعداد نہیں معلوم ہو سکی۔

انور السادات تاحیات صدر

مصری پارلیمنٹ نے سنہ ۱۹۷۰ء کے آئین میں ترمیم کر دی ہے اس قانون کے مطابق صدر کے عہدے کی میعاد چھ سال تھی اور وہ زندگی میں صرف دو مرتبہ صدارت کے عہدے پر فائز رہ سکتا تھا لیکن اب جو ترمیم کی گئی اس کے مطابق صدر سادات تاحیات مصر کے صدر ہو گئے۔ اب تازہ خبروں کے مطابق مصری کابینہ نے استعفیٰ دے دیا ہے اور اب سادات کے ہاتھ میں تمام اختیارات مرکوز ہو جائیں گے۔ اور انھوں نے ۱۹۶۷ء سے نافذ مارشل لا کو ختم کر دیا ہے۔

منیٰ کو ملک کے اہم مقامات سے ملانے کے لئے دس نئی سرنگوں کی تعمیر

سعودی عرب میں دس نئی سرنگیں تعمیر کی گئی ہیں جن کے ذریعہ منیٰ کو مختلف مقدس مقامات سے ملا دیا گیا ہے تاکہ لوگ آسانی کے ساتھ مناسک حج ادا کر سکیں ان سرنگوں سے منیٰ اور مکہ اور منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان گاڑیوں اور پیدل چلنے والوں کے لئے آسانی ہو جائے گی، مزید برآں منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان پانچ اور نئی سرنگیں تعمیر کی جائیں گی ان میں سے چار سرنگیں گاڑیوں اور ایک پیدل چلنے والوں کے لئے ہوگی منیٰ میں مجلس الجن کے علاقہ میں مسجد الکبش کے قریب دو اور سرنگیں تعمیر کی جائیں گی اسی جگہ پہلے بھی دو ایرکنڈیشنڈ سرنگیں تعمیر کی جا چکی ہیں۔

ایرانی بحران کے حل کی سعودی تجاویز

سعودی عرب کے اخبار الجزیرہ نے سعودی ذرائع کے حوالہ سے تجاویز پیش کی ہے اسلامی کانفرنس تہران میں امریکی یرغمالیوں کا مسئلہ حل کرانے کی ذمہ داری قبول کرے۔ اس نے اس ضمن میں ۴ نکات بھی پیش کئے ہیں اول یہ کہ اسلامی کانفرنس یہ ضمانت حاصل کرے کہ امریکہ آئندہ ایران کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرے گا دوسرے یہ کہ اسلامی کانفرنس ایران کا وہ اثاثہ واپس دلائے جو امریکہ میں منجمد ہے اور ایران کے تمام اقتصادی پابندیاں واپس لی جائیں، سوئم یہ کہ اسلامی کانفرنس امریکہ کو یقین دلائے کہ یرغمالیوں کو کوئی نقصان نہیں پہونچے گا اور کانفرنس کی خصوصی کمیٹی ان کی رہائی کا انتظام کرے گی۔ چہارم یہ کہ یرغمالیوں کا مسئلہ حل کرانے کے لئے اسلامی کانفرنس تیس دن کی مدت مقرر کرے۔

ایران اقتصادی طور پر کمیونسٹ ملکوں سے قریب ہو گیا

یوروپی مشترکہ منڈی کے ملکوں کی طرف سے اقتصادی پابندیوں کی دھمکی کی وجہ سے ایران یوروپی بینکوں سے اپنا سرمایہ آہستہ آہستہ نکال رہا ہے۔ ایران کے مرکزی بینک کے گورنر علی رضا نوباری نے بتایا کہ ایران اپنے اثاثے مغربی یوروپی ملکوں سے دوسرے ملکوں کو منتقل کر رہا ہے جن میں اشتراکی بلاک کے ملک بھی شامل ہیں۔

علی رضا نوباری نے مزید کہا کہ مغربی ملکوں کے رویے کی وجہ سے ایران کمیونسٹ ملکوں کے قریب ہوتا جا رہا ہے۔

واضح رہے کہ ایران نے روس سے ایک بڑے اقتصادی اور تجارتی معاہدہ کے بعد مشرقی یوروپ کے ملک رومانیہ کے ساتھ تیل کی فروخت کے ایک بڑے سودے کا اعلان کیا ہے اور جاپان اور برطانیہ کی تیل کمپنیوں کو تیل کی فروخت بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے علاوہ ازیں ایران اور روس کو ملانے والی ریلوے لائن پر برقی ٹرینیں چلانے کے منصوبہ پر کام کی رفتار تیز کر دی گئی ہے تاکہ بحری ناکہ بندی کی صورت میں روس کے راستے سے تجارت کی جا سکے اور روس کو قدرتی گیس کی فراہمی کے لئے دونوں ملکوں کے درمیان مذاکرات دوبارہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ادھر ایران کے خلاف اقتصادی پابندیوں میں امریکہ کا ساتھ دینے کے لئے جاپان، کینیڈا اور مغربی جرمنی نے بعض اقدامات کا اعلان کر دیا ہے۔

رومانیہ اور ایران کے درمیان معاہدہ کا اعلان ایرانی وزیر تیل مسٹر علی اکبر معین فر نے کیا ہے انھوں نے بتایا کہ رومانیہ ایران سے روزانہ ایک لاکھ بیرل تیل خریدے گا اور تیل کی نئی قیمت ۳۵ ڈالر فی بیرل کے حساب سے نقد قیمت ادا کرے گا۔

مسلم ممالک اسلام کی بدولت طاقتور بلاک بن سکتے ہیں

آسٹریلیا کے نائب وزیر اعظم جے ڈی انتھونی نے مذہب اسلام کی خصوصیات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ ایک ویسی قوت ہے جس سے عرب اور خلیج فارس کے علاقوں کو تحفظ مل سکتا ہے مسٹر انتھونی نے یہ باتیں سعودی عرب میں کہیں اور وہ امارات کا دورہ کرکے وہاں پہونچے تھے انھوں نے مزید کہا کہ اسلام ایک ایسی قوت ہے جس کے ذریعہ ان ملکوں کو متحد کیا جا سکتا ہے اور اس اتحاد کی بدولت یہ ممالک عالمی برادری میں طاقتور اور با اثر بلاک بن کر ابھر سکتے ہیں۔

روس کا اگلا نشانہ ایران اور عراق

سعودی وزیر پٹرولیم شیخ احمد ذکی یمانی نے الزام لگایا ہے کہ روس کی حالیہ کارروائیوں کے پیچھے اس کی تیل کے حصول کی خواہش کار فرما ہے ملک عبد العزیز یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا تیل کی وجہ سے مشرق وسطیٰ میں کئی سیاسی تبدیلیوں کا امکان ہے انھوں نے کہا کہ روس خلیج کی ریاستوں کو اپنا مطیع اور طفیلی بنانا چاہتا ہے۔ عراق، ایران اور کردستان بالخصوص اس کا نشانہ ہوں گے تاہم عراق پر قبضہ اس کے لئے زیادہ مشکل ثابت ہوگا، کیونکہ عراق کے تیل کے کنویں ملک کے بہت اندر واقع ہیں اور عراقیوں کی طرف سے سخت مزاحمت ہوگی ذکی یمانی نے روس کے آنجہانی رہنما نکیتا خروشچوف کا ایک بیان یاد دلایا جس میں انھوں نے کہا تھا کہ ایران ایک ایسا سفید خرگوش ہے جو ایک دن روس کی جھولی میں آگرے گا۔ یہ بات انھوں نے پندرہ سال پہلے کہی تھی اور آج مبصرین ایسا ہی محسوس کر رہے ہیں۔

شیخ ذکی یمانی نے کہا کہ روس اس وقت اسی منصوبہ پر عمل کر رہا ہے جب اس نے صومالیہ کے ساتھ جنگ میں ایتھوپیا کی مدد کی تھی جنوبی یمن میں روسی اثر اور آبنائے ہرمز پر واقع عمان کے بارے اس کے ارادے، روس کے منصوبوں کی ایک اور شہادت ہیں روس گرم پانی تک رسائی اور آبنائے ہرمز پر قبضہ کا خواہشمند ہے تاکہ پھر وہ مضبوط پوزیشن کے ساتھ بات کر سکے، یہ سب کچھ وہ اپنی تیل کی بڑھتی ہوئی ضروریات اور اپنے طفیلیوں کو تیل کی برآمد سے معذوری کی وجہ سے کر رہا ہے اوپیک کے ملکوں سے تیل برآمد کرنا اس کے لئے بہت مہنگا پڑے گا، جس سے اس کی معیشت پر بوجھ خاصا بڑھ جائے گا۔ اس وقت روس کی زر مبادلہ کی آمدنی کا ۴۰ فیصد

(بقیہ صفحہ ... پر)

بقیہ ص...

اور کم سے کم جو کچھ ان سے ہو سکے گا وہ خدا لگتی بات کہیں گے اور خدا کے فضل و کرم سے اب بھی اس طبقہ میں خدا لگتی بات کہنے کی طاقت موجود ہے اور جب وہ عام سطح سے بلند ہو کر بات کرتا ہے تو لوگ قوم شعیب کی زبان اور الفاظ میں۔ کبھی زبان حال اور اکثر زبان قال سے۔ کہنے لگتے ہیں کہ "کہاں تک آپ حق و باطل، جائز و ناجائز، معیاری و غیر معیاری اور حرام و حلال کے پیچھے پڑے رہیں گے، کہاں تک آپ خدا کی خوشی و ناخوشی اور مفید ہونے کا اعلان کرتے رہیں گے، زمانۂ حال کی اصطلاح میں بات کیجئے تو ہم سمجھیں معلوم نہیں کس زبان کی باتیں ہیں۔" قالوا یا شعیب ما نفقه كثيرا مما تقول، وانا لنراك فينا ضعيفا۔

ایک تو آپ کی بات سمجھ میں نہیں آتی، نہ تو وہ لفظ سمجھ میں آتے ہیں اور نہ لفظوں کا مجموعہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس سے کیا مطلب نکلتا ہے، دوسری بات یہ کہ آپ کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ آپ کے ساتھ مجمع نہیں (بالکل عصر حاضر کی ذہنیت) آدمی وہ ہے جس کے ساتھ ہزاروں آدمی ہوں۔ آدمی تو وہ ہے جس کی ہر بات پر نعرے لگ رہے ہوں اور جس کی تقریر پر نعرہ نہیں، جس کی بات بات پر نعرہ نہیں وہ آدمی نہیں، نہ اس کا وزن ہے اور نہ وہ کچھ کر سکتا ہے اس کو تو مسجد کے کسی کونے میں بیٹھے رہنے دیجئے۔

مایوسی کی ضرورت نہیں:

لیکن اب بھی خدا کے فضل سے ہر ملک میں مذہبی طبقہ موجود ہے اور ایسے موقعوں پر مذہبی طبقہ سامنے آیا ہے، مجھے مصر کی اور اسلام کی تاریخ معلوم ہے، آپ کو بھی اسلامی تاریخ معلوم ہے، میرے سامنے مصر کی تاریخ کا وہ حصہ بھی ہے جب آج سے صرف نصف صدی پہلے حسن البنا کے نام سے مصر میں اچانک ایک شخصیت نمودار ہوتی ہے اور جو پورے مصر پر ہی نہیں پورے مشرق وسطیٰ پر اتنا گہرا اثر ڈالتی ہے کہ ادھر پچھلی تاریخ میں کسی شخصیت کا اتنا گہرا اثر نہیں پڑا، ایک مصری عیسائی صحافی نے لکھا تھا کہ اگر قاہرہ میں کسی کو چھینک آ جائے تو اسکندریہ میں یرحمک اللہ کی ہزاروں آوازیں اٹھ جائیں ہماری بدقسمتی سے اس وقت کی حکومت نے ناقہ ثمود کی طرح نعقروها فدمدم عليهم ربهم بذنبهم فسوّاها ان کو شہید نہ کر دیا ہوتا تو یقیناً آج مشرق وسطیٰ کا نقشہ دوسرا ہوتا، آج کبھی ہم فلسطین کے قضیے سے دوچار نہ ہوتے اور کبھی مصر و اسرائیل کی اتنی گرکر گفتگو اور مصالحت کی کوشش نہ ہوتی اگر نہ وہ شخص رہ جاتا اور اس کو قیادت کا موقع مل جاتا۔ ایک مذہبی انسان نے نہ صرف پورے معاشرہ بلکہ پورے منطقہ اور پورے مشرق وسطیٰ پر اتنا گہرا اثر ڈالا جو آج بھی باقی ہے ؎

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

اور میں مایوس بھی نہیں ہوں کہ ؎

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

بس اتنی ضرورت ہے کہ کوئی مخلص آنکھ ایک آنسو اس پر بہائے، یہ زمین اب بھی زر و جواہر اگلنے کے لئے تیار ہے اور ہوگا تو اسی دانشور طبقہ کی طرف سے ہوگا یا مذہبی طبقہ کی طرف سے ہوگا۔

حرف آخر:

اب آخر میں مسلمانوں ہی کی طرف سے نہیں بلکہ ملک کی طرف سے اور اس کے ضمیر کی ترجمانی کرتے ہوئے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس وقت ملک کو سنبھالنے کی کوشش کریں اور اپنی ترقیوں پر سوچنا کم کر دیں۔

اور اگر آپ مجھے معاف فرمائیں، مجھے معلوم نہیں کہ انگریزی میں یہ لفظ جو میں نے استعمال کیا ہے "کیریرزم"، کا، یہ ڈکشنری میں ہے یا نہیں، اگر نہیں ہے تو ہونا چاہیے۔ ہمارے اس طبقہ کی جو سب سے بڑی کمزوری ہے وہ ہے کیریرزم، یعنی ہم میں سے ہر شخص اپنے مستقبل کے بنانے کی فکر میں لگا ہوا ہے، لیکن اگر آپ سے کچھ دن کے لئے آنکھیں بند کر لیں تو بہتر ہے، یہ ملک خطرے کے آخری نشان پر پہونچ رہا ہے، اخلاقی انتشار، سیاسی انتشار، اجتماعی انتشار، اقتصادی انتشار۔ اور آخری درجہ کی جو چیز ہے وہ اس کا انتشار ہے، اس وقت دانشور اور مذہبی طبقے دونوں کو میدان میں آنا چاہیے۔

حضرات! یہ یونیورسٹی جس وقت قائم ہوئی تھی اس وقت اسی نے مسلمانوں کی اقتصادی کشتی کو ڈوبنے سے بچا لیا تھا آج بھی یہ یونیورسٹی اپنے فرض کو اگر پہچان لے تو یہ ملک کی کشتی کو بچا سکتی ہے۔ آپ میدان میں بے لوث اور بے غرض ہو کر، منصبوں اور عہدوں سے بے نیاز ہو کر اس ملک کی خدمت کریں، اس کے نوجوانوں کے اندر کیریکٹر پیدا کریں۔ اور خدا نے جو خزانہ نوجوانوں کی صورت میں آپ کو عطا کیا ہے اس خزانہ کو بچائیں اور ان کے اندر زمانہ کی جو دلفریبیاں اور مادیت کی جو فریب کاریاں ہیں اس کے اندر ان کا مقابلہ کرنے کی قوت پیدا کریں۔

خدا کرے جو میں نے کہا ہے، وہ آپ کے دل و دماغ تک پہنچ گئی ہوں۔

★★

بقیہ صفحہ: جان پول سارتر . .

پادری (جو اس ناول کا ہیرو ہے) کی تصویر کشی کرتا ہے، اس کی ایک بیوی ہے جس سے غلطی ہوتی ہے، وہ اس کی لغزشوں سے درگذر کرتا ہے، لیکن اس سے اسکی زندگی میں ایک انقلاب رونما ہوتا ہے، ایک عجیب و غریب انقلاب! وہ ایک دوسری شخصیت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پہلے جہاں وہ ہر شخص پر اعتماد کرتا تھا اب کسی پر مطلقاً اعتماد نہیں کرتا ہر ایک انسان کو شک بھری نظروں سے دیکھتا ہے۔ اب وہ بدظنی کے بحر ناپید کنار میں غرق ہے حالت یہاں تک پہونچتی ہے کہ اب وہ خود اپنی ذات کے بارے میں مشکوک نظر آتا ہے اس کیفیت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے وہ عبادت کرنا شروع کرتا ہے اور اس پر مداومت برتتا ہے لیکن یہ کیفیت کسی طرح ختم نہیں ہوتی اور مدتوں اس کا شکار رہتا ہے۔

اس کے بعد وہ کنیسا میں ایک راہب کے پاس جاتا ہے اور ہمہ تن ہو کر اس کی خدمت کرتا ہے اور روزمرہ کی مشغولیت میں اپنی ذات کو بالکل فراموش کر دیتا ہے۔ اس کی یہ کوشش کامیاب ہوتی ہے، اس کے شکوک و شبہات کافور ہوتے ہیں اور وہ اپنی متاع گم شدہ پا لیتا ہے اور اپنی زندگی میں ایک خاص لطف محسوس کرتا ہے۔

یہ اس عظیم انشاپرداز اور ایک مستقل طرز فکر کے مالک فلسفی کی تحریر کا ایک نمونہ ہے جسے "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر میں نے آپ کے سامنے پیش کیا، وہ فلسفی ہے جو اپنے طرز نگارش اور ادبی اسلوب میں ایک خاص مقام رکھتا ہے اور فلسفہ وجودیت میں ایک خاص مکتب فکر کا موجد سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اللہ اور اخلاقی اقدار پر ایمان رکھنے والے اس عظیم مفکر کو وہ پذیرائی حاصل نہیں ہو سکی (اگرچہ اس کے فلسفہ میں بہت کچھ قابل مواخذہ چیزیں ہیں) جو سارتر جیسے ملحد، اخلاقی قدروں سے کھیلنے والے اور دینی تعلیمات کے منکر فلسفی کو حاصل ہوئی۔ کیا انقلابی اور اشتراکی انشاپردازوں کی دین کو ختم کرنے، مسلمانوں کے درمیان برائی پھیلانے اور دین کی ان پر گرفت کمزور کرنے کی کوئی منظم ادبی سازش ہے جس کے پیچھے وہ اپنی ساری توانائیاں صرف کر رہے ہیں؟

اے سارتر کے ثناخوانو! عرب مسلم قوم کے خلاف ناپاک سازش کرنے والو! اپنے عقیدہ اور جادۂ مستقیم سے ہٹنے والو! ملحد انشاپرداز اور ادبا۔ جنھوں نے انسانیت کے درخشندہ چہرے کو بدنما بنانے کی کوشش کیں اور اس کو کتوں اور بھیڑیوں کی صف میں لا کھڑا کیا۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ کوئی قوم تمہیں بھی ایسی جگہ لا کھڑا کرے گی جہاں تمہارے لئے عزت و احترام کا کوئی مقام نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:۔

"وان يروا سبيل الرشد لا يتخذوه سبيلا، وان يروا سبيل الغي يتخذوه سبيلا۔"

(سورۂ اعراف)

(اگر سیدھا راستہ ان کے سامنے آئے تو اسے اختیار نہ کریں گے اور اگر ٹیڑھا راستہ نظر آئے تو اس پر چل پڑیں گے)۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے دو ندوی طالبعلموں کے خطوط

دارالعلوم کے ایک لائق طالب علم احمد کمال اس سال ندوہ کی طرف سے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تعلیم حاصل کرنے گئے ہیں، مدینہ منورہ پہونچتے ہی انھیں یونیورسٹی کے طلبہ کے ساتھ تاریخی مقامات پر جانے کا موقع ملا، انھوں نے مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہ کے نام ایک مکتوب کی صورت میں مدائن صالح کے بارے میں جو معلومات تحریر کی ہیں ہم قارئین تعمیر حیات کو اس میں شریک کر رہے ہیں۔

دوسرا خط دارالعلوم ہی کے لائق و سعادت مند طالب علم محمد رضوان کا ہے جو تین سال سے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں زیر تعلیم ہیں انھوں نے مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کے گذشتہ مارچ میں سفر حجاز اور مدینہ یونیورسٹی کی تقریر کے اثرات اور اپنے عزم کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کا یہ خط اپنے استاذ مولانا شمس الحق ندوی کے نام ہے۔

مخدومی و معظمی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ مزاج اقدس بخیر ہوگا،

ہفتہ گذشتہ ہمارے کلیہ کی طرف سے ایک رحلہ کی تشکیل ہوئی جس میں اتفاق سے منتخب ہونے والے طلبہ میں میرا نام بھی آگیا جس کی مجھے قطعاً امید نہیں تھی، نیز اس کے لئے مولوی اقبال احمد صاحب اعظمی اور نعمت اللہ صاحب کا بھی انتخاب ہوا، یہ رحلہ ۱۱۲ طلبہ، چند اساتذہ اور منتظمین پر مشتمل تھا۔

بروز منگل بعد نماز ظہر بسوں کے ذریعہ یہ قافلہ "عُلا" کے لئے روانہ ہوا (یہ مقام مدینہ منورہ سے ۴۵۰ (ساڑھے چارسو) کیلومیٹر پر واقع ہے) ۴ بجے ہمارا قافلہ "خیبر" پہنچ گیا وہاں تھوڑی دیر ٹھہرنے کے لئے لبسوئے منزل پھر روانگی ہوئی، شام کو ساڑھے سات بجے ہم لوگ "عُلا" پہنچ گئے، یہاں ایک روز قبل بذریعہ ٹرک آرام و خورد و نوش کے سارے سامان بعض منتظمین کے ہمراہ پہنچ چکے تھے۔ اس دن کھانے سے فارغ ہو کر آرام کیا گیا اور دوسرے دن "علا" کے مقامات کی زیارت کی گئی، یہاں جو عجیب و غریب چیز دیکھنے میں آئی وہ یہاں کے پہاڑوں کی ساخت تھی، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ہر پہاڑ کو تراشا گیا ہے، میں پہلے یہی سمجھا کہ یہ پہاڑ تراشے گئے ہیں مگر جب بعد میں معلوم ہوا کہ یہ قدرتی ہیں تو تعجب کی انتہا نہ رہی اور خدا کی نشانیاں عیاں ہونے لگیں۔

تیسرے دن صبح ناشتہ سے فارغ ہو کر یہ قافلہ "مدائن صالح" کے لئے روانہ ہوا جو "علا" سے ۲۰، ۲۵ کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، اتفاق سے آثار قدیمہ کے کوئی ذمہ دار ہمارے عمید کلیۃ کے دوست تھے اس لئے ان کی رہبری میں ہماری روانگی ہوئی، جب ہم لوگ مدائن صالح کے حدود میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام کا قصر دیکھنے میں آیا اور اس واقعہ کو تقریباً پانچ ہزار سال ہو چکے مگر قصر سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ ابھی چند سو سال پہلے کا واقعہ ہے۔ اس قصر پر قدیم رسم الخط عربی زبان میں عبارت کھدی ہوئی تھی جس کو پڑھنا مشکل تھا، اس جگہ سے وہ پہاڑ بھی نظر آ رہا تھا جس پہاڑ سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی نکلی تھی اس کے دیگر بہت سے قصور کو دیکھنے کا اتفاق ہوا، اس حوض کی بھی زیارت نصیب ہوئی جس میں حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی دوہی جاتی تھی اس قسم کے دو حوض دیکھنے میں آئے جو پتھر کو تراش کر بنائے گئے ہیں۔ اس زمانہ کے بادشاہ اور وزراء کے قصور بھی دیکھے گئے، قصور کے اندر داخل ہونے پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایرکنڈیشن فٹ ہے، ہر اہم قصر پر اس زمانہ کے رسم الخط میں عبارت کھدی ہوئی نظر آ رہی تھی، اس جگہ کو بھی دیکھا جہاں عذاب نازل ہوا تھا اور وہ بستی تباہ و برباد کر دی گئی تھی، اس زمانہ کا ایک کنواں بھی دیکھنے میں آیا جو پہاڑ کو تراش کر بنایا گیا ہے اور جس کی چوڑائی تقریباً ندوہ کے کنویں کے برابر ہے، اس سے آج بھی پانی جاری ہے وہ جگہ بھی دیکھی گئی جہاں پر حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہلاک ہو کر گری تھی، مگر اس کے نشانات ختم ہو چکے ہیں کیونکہ وہ پہاڑی مرور زمانہ سے مورنگ کے نیچے ڈھک گئی ہے، بعض قصور پر تصویریں بھی بنی ہوئی نظر آئیں، ایک قصر پر ایک مرد کی تصویر کھدی ہوئی تھی اور اس کو دو اژدہے کاٹ رہے تھے، آثار قدیمہ کے شیخ سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے بتایا کہ اس زمانہ میں یہ زنا کی سزا تھی کہ اس پر دو سانپ مسلط کئے جاتے تھے حتیٰ کہ زانی کو کاٹ کر ہلاک کر ڈالتے تھے، یہ ثمود کی بستیاں ہیں، جہاں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بعثت سے پہلے گذرے تھے اور دوسری مرتبہ بعثت کے بعد تبوک تشریف لے جاتے ہوئے یہاں سے گذرے تھے۔

یہ وہ جگہ ہے جہاں پر حکومت کا پہرہ ہے اور بمشکل دیکھنے کی اجازت ملتی ہے اور تصویر کشی کی تو کسی کو اجازت نہیں ملتی مگر اس قافلہ کو دونوں طرح کی اجازت حاصل تھی، یہ کافی عبرت خیز جگہ ہے، جہاں خدا کی نعمتیں اور اس کی نوازشیں یاد آئیں وہاں آپ کی بھی یاد بے ساختہ آئی کہ یہ محض اللہ تبارک کا فضل اور علم دین کی برکت اور جناب عالی کی توجہ اور دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے مجھے ان مقامات کی بھی زیارت کرائی۔

(۲)

محسن من! زیدہ مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بفضل اللہ میں بخیر ہوں، خدا کرے آپ بھی بخیر ہوں، میں نے یہاں آنے کے بعد اب تک آپ کو خط نہیں لکھا، معافی چاہتا ہوں۔

اس سال مولانا مدظلہٗ کی آمد بہت زیادہ خیر و برکت کا باعث بنی، مجھے تو بالکل انقلابی سفر معلوم ہو رہا ہے، جامعہ کی مجلسیں آج تک شیخ ندوی شیخ ندوی کی صداؤں سے گونج رہی ہیں، مولانا کی جامعہ میں ہونے والی تقریر بہت تیزی کے ساتھ ہر طرف پھیل گئی، اور بعض وقت تو اس کا اثر بالکل صاف نظر آتا ہے، نائب رئیس نے "اَیُنقص الدین وانا حی" کے لوحے چھپوائے ہیں اور کمروں کمروں میں لگائے جا رہے ہیں، نیچے لکھا ہوا ہے هدیۃ الی سماحۃ الشیخ ابی الحسن الندوی۔

اب تو یہ جی چاہتا ہے کہ جلد سے جلد تعلیم مکمل ہو اور آپ کے ساتھ میں بھی ندوہ آ کر مولانا کی خدمت میں لگ جاؤں اور زیادہ سے زیادہ وقت تعلیم و تربیت میں لگے، دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو کسی لائق بنا دے۔ آمین

۱۔ مولانا مودودی اور فکری انقلاب:

از متین طارق باغپتی صاحب۔ صفحات ۲۲۸، قیمت چھ روپے

پتہ: مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۶

مولانا مودودی مرحوم کے ایک عقیدتمند کے قلم سے ان کے مختصر سوانح حیات کے ساتھ، مغربی تہذیب کے پیدا کردہ عالمگیر فساد کے سدباب کے سلسلے میں مولانا کے افکار و خیالات کے اقتباسات ضروری تمہیدوں کے ساتھ دے دئے گئے ہیں اور عصر حاضر میں مولانا مرحوم کے پیدا کردہ فکری انقلاب کے خط و خال متعین کرنے کی اچھی کوشش کی گئی ہے۔ مگر مرتب کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ مولانا مودودی کے سوا تمام علماء جو آزادیٔ ہند کی جدوجہد میں لگے ہوئے تھے ان کے سامنے دین و ملت کی تعمیر کا کوئی اور پروگرام نہ تھا اور صرف آزادیٔ ہند ہی اُن کا نصب العین تھا (ص ۳۰ تا ۳۶ نیز ۵۳ تا ۵۸) اسی طرح نظام تعلیم و تربیت کے سلسلے میں علی گڑھ اور دیوبند دونوں پر عامیانہ تنقید کی گئی ہے، اور ان کے قیام کے ہمہ گیر مقاصد کی بہت ہی محدود و ناقص ترجمانی کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:۔

"اس وقت مسلمانوں میں دو طرح کا نظام تعلیم رائج ہے، ایک وہ جس پر ہمارے پرانے قسم کے دینی مدارس چل رہے ہیں جس کا سب سے بڑا مرکز دارالعلوم دیوبند ہے اور دوسرا وہ جو ہمارے کالجوں نیز یونیورسٹیوں میں رائج ہے۔

یہ دونوں نظام تعلیم ۱۸۵۷ء کے بعد کی پیداوار ہیں جس میں اول الذکر کی بنیاد مولانا محمد قاسمؒ نے ڈالی جس کا اساسی اصول یہ تھا کہ حنفی فقہ کے واسطے سے جس قدر علوم و معارف ہم تک پہنچے ہیں وہ محفوظ ہو جائیں اور اس طرح جس قدر علماء تیار ہوں وہ مساجد و مدارس میں کام کرنے کی پوری استعداد رکھتے ہوں۔ موخر الذکر کی روح انگریز سرکار کی مصلحت تھی جو سر سید علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں پروان چڑھی۔" (صفحہ ۲۱)

اسی کے ساتھ مولانا مودودی کے کارنامے کے پس منظر میں حسب دستور علماء و مشائخ کی کوتاہیاں اور ان کی کم نگاہی اور بے بصیرتی کو مورد الزام قرار دیا گیا ہے اور طنز و تعریض کے تیر و نشتر چلائے گئے ہیں، مگر سوال یہ ہے کہ جماعت اسلامی یا مولانا مودودی مرحوم کی خدمات کا تذکرہ علماء و مشائخ اور عامۃ المسلمین پر لعن و طعن کے بغیر نامکمل محسوس کیا جاتا ہے اور اس بغض معاویہؓ یا بغض للّٰہی کا جواز کیا ہے؟

۲۔ تحریک اسلامی اور برادرانِ وطن:

از مولانا سید حامد علی صاحب صفحات ۶۷ قیمت: دو روپے

پتہ: مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۶

محترم مؤلف نے ہندوستان میں برادرانِ وطن میں دعوت اسلامی کا کام کرنے کی اہمیت و ضرورت پر تفصیلی اظہار خیال کیا ہے اور اس کے طریق کار اور موانع و مشکلات سے اچھی بحث کی ہے۔ مگر اس رسالے میں بھی جماعت اسلامی کی علماء و مشائخ پر طنز و تعریض کی روایت برقرار ہے چنانچہ لکھا گیا ہے:۔

"اور یہ بھی تو دیکھئے کہ خود تحریک اسلامی اور اقامت دین کی مساعی کے سلسلے میں امت کے بہت سے اصاغر و اکابر کا کیا حال ہے؟ کیسے کیسے شیخ الحدیث، شیخ طریقت، مفتیانِ دین اور اربابِ علم و قلم تقویٰ و تقدس کی پوری آن بان کے ساتھ اس تحریک کو ناکام بنا دینے کے لئے میدان میں آگئے ہیں اور آج ہی نہیں تحریک کے آغاز سے یہی ہو رہا ہے اور یہ کچھ عصر حاضر کی خصوصیت نہیں ہے۔۔۔۔ الخ" (صفحہ ۶۲)

سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کوئی عام اور ادنیٰ مسلمان بھی "تحریک اسلامی" اور "اقامت دین" کا مخالف ہو سکتا ہے چہ جائیکہ شیخ الحدیث، شیخ طریقت، مفتیانِ دین اور اربابِ علم و قلم؟ اور اگر علم و دین کے ایسے بلند پایہ حاملین کسی جماعت پر نقد و احتساب کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کے مخصوص طرز تعبیر و تفہیم اور دین کے فہم پر تنقید کر رہے ہیں نہ کہ نفس تحریک اسلامی اور اقامتِ دین پر۔

۳۔ شاہ عبدالقادرؒ کی قرآن فہمی:

از محمد فاروق خاں ایم۔ اے صفحات ۱۳۶، قیمت ۵/۵۰

پتہ: مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی ۶

جناب محمد فاروق خاں صاحب ہندی ترجمۂ قرآن کے مؤلف ہیں اور قرآن سے خاص ذوق رکھتے ہیں اس لئے ناگزیر طور پر انھوں نے حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ کے تفسیری فوائد "موضح قرآن" کو اپنے غور و فکر اور تحقیقی مطالعہ کا موضوع بنایا اور متعدد اہم عنوانات و موضوعات پر شاہ صاحبؒ کے معنی خیز اور فکر انگیز فوائد قرآن کے اقتباسات اپنی تمہید و توضیح کے ساتھ دیتے گئے۔ جس سے شاہ صاحبؒ کی گہری قرآن فہمی اور نکتہ رسی ایک بار پھر سامنے آجاتی ہے۔ مؤلف نے شروع میں شاہ صاحبؒ کے مختصر سوانح حیات بھی شامل کر دئے ہیں جس سے کتاب کی افادیت اور بڑھ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے لوگوں کو قرآن فہمی کے ایک موثر ذریعہ کی طرف رہنمائی کی۔ والدال علی الخیر کفاعلہ۔

بہترین چائے کا قابلِ اعتماد مرکز
عباس علاء الدین اینڈ کمپنی
نمبر ۴۹ حاجی بلڈنگ، ایس۔ وی۔ ڈی روڈ، تل بازار بمبئی ۳

اسپشل مکسچر	کپ برانڈ
اسپشل ممری	گولڈن ڈسٹ
ہوٹل مکسچر	فلاوری بی۔او۔پی

TELEGRAM:- CUP, KATTLY
PHONE No 332220